وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ

وفاق المدارس ملتان

جلد نمبر ۱۹ شمارہ نمبر ۱۱ ذی قعدہ ۱۴۴۳ھ جون ۲۰۲۲ء

بیاد

شمس العلماء
حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ

استاذ العلماء
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ

محدث العصر
حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

مفکر اسلام
حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

جامع المعقول والمنقول
حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس المحدثین
حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

استاذ المحدثین
حضرت مولانا عبد الرزاق اسکندر رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق حقانی مدظلہم
سینئر نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر اعلیٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مدیر

مولانا محمد احمد حافظ

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

فون نمبر 061-6514525-6514526-27 فیکس نمبر 061-6539485
Email:wifaqulmadaris@gmial.com web:www.wifaqulmadaris.org

ناشر: حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری ◉ مطبع: اقراء اختر پرنٹنگ پریس پرانی غلہ منڈی دہلی گیٹ ملتان
شائع کردہ مرکزی دفتر وفاق المدارس العربیہ گارڈن ٹاؤن شیر شاہ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

موجودہ سیاسی منظرنامے میں اخلاقیات کا بحران	کلمۃ المدیر	۳
کتب حدیث کی مقدار تدریس	شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم	۶
مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اہم فیصلے	ادارہ وفاق المدارس	۹
زبان کی آفتیں	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۱۴
ظاہر و باطن کی اصلاح کی ضرورت	شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ	۱۷
مدارس کا نظام اصلاح و تربیت اور نظم و ضبط	منجانب: وفاق المدارس العربیہ پاکستان	۲۶
مدارس اسلامیہ اور ٹیچنگ ایڈز کا استعمال	مولانا رفیع اللہ قاسمی	۴۰
مدرسہ دیوبند کا فکری اور عملی منہج	مولانا مفتی طارق محمود	۴۳
علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ شخصیت اور کارنامے	مولانا بدرالحسن قاسمی	۵۳
مسافران آخرت	ادارہ	۶۰
تبصرۂ کتب	محمد احمد حافظ	۶۱

سالانہ بدل اشتراک

بیرون ملک امریکہ، آسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک ۳۰ ڈالر- سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ امارات وغیرہ ۲۳ ڈالر- ایران، بنگلہ دیش ۲۰ ڈالر-

اندرون ملک قیمت: فی شمارہ: 30 روپے، زر سالانہ مع ڈاک خرچ: 360 روپے

كلمة المدير

موجودہ سیاسی منظرنامے میں اخلاقیات کا بحران

اور حضرت صدر وفاق المدارس کی صدائے درد

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

تمام حمد وصلوٰۃ اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جو ہمارا پروردگار اور پالنہار ہے۔ درود وسلام ہو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ کی پاکیزہ آل پر اور آپ کے برگزیدہ اصحاب پر۔

پاکستان اس وقت جس جن مخدوش حالات سے دوچار ہے وہ کسی بھی صاحب نظر سے مخفی نہیں، ہیجان، بے چینی، بے یقینی اور مایوسی کی کیفیت پورے ملک پر چھائی ہوئی ہے۔ وطن عزیز کا ہر باشندہ پریشان حال ہے۔ حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ ان سے نکلنے کا راستہ بھی بظاہر سجھائی نہیں دے رہا۔

اس ساری صورت حال میں جو خطرناک بات پوری شدت کے ساتھ ابھر کر سامنے آئی ہے وہ اہل سیاست کا ایک دوسرے پر بیہودہ الزامات، پھکڑ بازی، اور گالم گلوچ کا وطیرہ ہے۔ یہ زہر ہماری قوم میں اتنا سرایت کر چکا ہے کہ گھر گھر لڑائیاں عام ہو چکی ہیں، اور نوبت قتل وغارت تک پہنچ گئی ہے۔ ایک بھائی اگر ایک سیاسی جماعت سے تعلق رکھتا ہے تو دوسرا بھائی محض مخالف سیاسی پارٹی سے تعلق کی بنا پر اس کے قتل کے درپے ہے۔ ملک کو خانہ جنگی کی طرف دھکیلنے کی شعوری کوششیں صاف نظر آ رہی ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ کچھ لوگ نفرتوں کی بھڑکتی آگ لیے مسجد نبوی شریف پہنچ گئے اور اس مقدس مقام کی عظمت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مخالفین پر نعرہ زن ہوئے۔

نفرتوں کے اس الاؤ پر تیل ڈالنے میں اہل صحافت کسی سے پیچھے نہیں۔ جھوٹی کہانیاں نشر کرنا، خواہش کو خبر بنا کر پیش کرنا، پگڑیاں اچھالنا اور عزتوں کو پامال کرنا ہنر کہلانے لگا ہے۔ جھوٹ اور مکر وفریب کو ادارہ جاتی حیثیت مل چکی ہے۔ سفلی اور شہوانی جذبات کو انگیخت کرنے والے ایک تحریک کی صورت اختیار چکے ہیں۔ علم وہنر، نیکی اور تقویٰ باعث شرف نہیں رہے، جس آدمی کا اثاثہ شرافت ودیانت اور انسان دوستی ہے وہ ہیچ اور خوار فرومایہ ہے۔

اہل سیاست اور اہل صحافت ملک وقوم کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ قومی تخریب کا سامان بہم پہنچا رہے ہیں۔ یقینی بات ہے کہ اگر یہ حالت یوں ہی برقرار رہی تو بحیثیت مجموعی ہم فسادِ عظیم کا شکار ہو جائیں گے۔ اس منظرنامے نے ملک بھر کے سنجیدہ وفہمیدہ اور محبِّ وطن حلقوں کو مضطرب کر رکھا ہے۔

اس سال عید الفطر کے موقع پر کراچی میں نماز عید کے عظیم الشان اجتماع سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے

صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم نے کھل کر اپنے دردِ دل کا اظہار کیا۔ آپ کے الفاظ دل سے نکل کر دلوں میں ترازو ہورہے تھے اور سامعین کو جھنجوڑ رہے تھے۔ آپ نے نہایت دُکھے دل کے ساتھ فرمایا:

''ہاتھ جوڑ کر کہتا ہوں کہ خدا کے لئے نفرتوں کے بیج بونا ختم کردو، اسی جذباتیت اور گالی گلوچ کی وجہ سے آدھا ملک ہم گنوا بیٹھے، اب آدھا رہ گیا ہے، خدا کے لئے اس کی تو حفاظت کرلو!

ہمارے معاشرے کے درمیان نفرتیں پھیلائی جارہی ہیں، اشتعال انگیزیاں کی جارہی ہیں، ایک دوسرے پر حملوں کی تیاریاں ہورہی ہیں، بلکہ حملے کئے جارہے ہیں، اور مسلمانوں کی جو وحدت ہے اس کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ دنیا میں سیاسی اختلافات کہاں نہیں ہوتے، لیکن ان اختلافات کو دشمنیوں میں تبدیل کردینا، عداوت میں تبدیل کردینا، ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہوجانا ہرگز درست طریقہ نہیں۔

یاد رکھو! یہ سیاسی اختلافات کوئی کفر و اسلام کا معرکہ نہیں، لیکن ایک دوسرے پر جھوٹے جھوٹے الزامات لگانا، ایک دوسرے کو ایسے مطعون کرنا جیسے وہ اسلام کے دائرے سے ہی خارج ہے، وہ ہمارا مسلمان بھائی ہی نہیں ہے، افسوس ہے کہ سارا رمضان ہمارا اس آفت میں گزرا ہے، کیا یہ پاکستان اس لئے بنا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے گلے کاٹیں۔ اختلاف کو اختلاف کی حد میں رکھیں، آپ کا جو سیاسی نظریہ ہو، اعتدال کو، سنجیدگی کو، متانت کو، سمجھ بوجھ کو اختیار کریں، اور جذباتیت کا خاتمہ کریں، ٹھنڈے دل ودماغ سے سوچیں، ٹھنڈے دل ودماغ سے فیصلے کریں۔ اگر ہم نے اپنا یہ رویہ نہ بدلا، تو پھر یاد رکھو کہ جس طرح اللہ تبارک وتعالی نے اپنی رحمت سے ہمیں پاکستان عطا فرمایا، خطرہ ہے کہ کہیں ہم سے یہ نعمت چھین نہ لے، آدھا ملک ہم گنواں بیٹھے اسی جذباتیت کی وجہ سے، اسی گالی گلوچ کی وجہ سے، اسی ناسمجھی کی وجہ سے، اب آدھا رہ گیا ہے، خدا کے لئے اس کی تو حفاظت کرلو!۔

جو بات زبان سے نکالو وہ تمہاری سولہ آنے سچی ہونی چاہئے، دوسروں پر الزام تراشی سے پہلے سوچ لو کہ کیا تم اللہ کے پاس جا کر اس الزام کو ثابت کرسکو گے، اگر نہیں ثابت کرسکو گے تو جہنم کے انگارے تمہارا مقدر ہیں۔ اپنی زبان کو قابو میں لاؤ، اپنی سوچ کو قابو میں لاؤ، اپنی فکر کو قابو میں لاؤ، اعتدال پیدا کرو، سنجیدگی پیدا کرو، ایک دوسرے کی بات ٹھنڈے دل سے سمجھنے کا حوصلہ پیدا کرو۔

میں آپ حضرات سے اس عظیم اجتماع کے اندر یہ گزارش کرتا ہوں، یہ درخواست کرتا ہوں، ہاتھ جوڑ کر یہ کہتا ہوں کہ خدا کے لئے نفرتوں کے بیج بونا ختم کردو، نفرتوں کو اپنے دل سے نکال دو، اشتعال انگیزیاں ختم

کر دو، اور ٹھنڈے دل و دماغ سے اللہ سے رجوع کر کے مانگو کہ یا اللہ کونسا راستہ ہمارے لئے بہتر ہے، اور اس پر عمل کرو۔''

اسی روز ملتان میں وفاق المدارس العربیہ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم نے بھی عیدالفطر کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کے موجودہ سیاسی صورت حال کو موضوع بنایا اور کہا:

''اس وقت ملک وقوم سیاسی منافرت کے بارود کے ڈھیر پر ہے، ایک مرتبہ ملک دولخت ہو چکا دوبارہ ہم اس قسم کے کسی حادثے کے متحمل نہیں۔ سیاسی بنیادوں پر اسلامی شعائر کی توہین کرنا، علماء کرام اور دینی اداروں کو ہدف بنانا، شرعی تعلیمات کے مقابلے میں سیاسی نظریات کو ترجیح دینا...... اپنی آخرت برباد کرنے اور اللہ رب العزت کے غیظ و غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اس سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

غرور و تکبر اللہ رب العزت کو پسند نہیں، نہ ہی کسی مسلمان کی تذلیل و تحقیر اللہ رب العزت کو گوارا ہے۔ انسانوں کو جانوروں سے تشبیہ دینا، بہتان تراشی، غیبت، برے القاب سے پکارنا، تمسخر اڑانا ...... سورہ حجرات میں مذکور صریح قرآنی تعلیمات کے منافی ہے۔ سیاسی بنیادوں پر باہمی رشتوں اور دیرینہ تعلقات و مراسم کو ختم کرنا اور آپس میں دوریاں پیدا کرنا افسوسناک اور نادانی ہے...... ہر معاملے میں دینی تعلیمات، ملکی سلامتی اور مشرقی اقدار کو مقدم رکھا جائے۔ صرف ذاتی مفاد یا غم و غصہ کی وجہ سے قومی سلامتی اور اجتماعی مفاد کے تقاضوں کو نظر انداز نہ کیا جائے...... عام لوگ بالخصوص کمسن بچے اپنے قائدین اور رہنماؤں سے اخلاقیات سیکھتے ہیں، قومی سیاسی رہنما اپنی اخلاقیات، لب و لہجے اور طرز عمل کی اصلاح کریں...... ذرائع ابلاغ کے ادارے؛ ٹی وی چینلز اور اخبارات اخلاق سے گری باتوں کو سنسر کرنے کا اہتمام کریں اور معاشرے میں انارکی پھیلانے والے عناصر کا بائیکاٹ کریں...... اختلاف کو مخالفت نہ بننے دیا جائے۔ اصولوں اور اعلیٰ اقدار کی بنیاد سیاست کی جائے...... ملک میں خانہ جنگی اور خون خرابے کی باتیں کرنے والوں سے آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائے۔''

یہ دو مقتدر اور محترم علماء کی صدائے درد ہے، جو آج وفاق پاکستان کی سلامتی کی دہائی دے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انتباہ کرنے والے، قوم کو جھنجھوڑنے والے، حالات کی نزاکتوں سے آگاہ کرنے والے کم نہیں۔ علماء کرام نے ہمیشہ قوم کی درست سمت رہنمائی کر کے اپنا فرض منصبی ادا کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس وقت سیاسی فرقہ واریت عروج پر ہے، قوم تقسیم در تقسیم کا شکار ہے۔ ہمارے دینی رہنما قوم کو اتحاد و اتفاق اور یکجہتی کی پرزور دعوت دے رہے ہیں...... ہمارے لیے خیر اس میں ہے اس صدائے درد کو گوش ہوش سے سنیں، اسی میں ہم سب کی بقا ہے۔ ☆☆

خاص اعلامیہ

کتب حدیث کی مقدار تدریس

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ذیل میں دینی مدارس میں دورہ حدیث کے اساتذہ کے لیے کتب حدیث کی مقدار تدریس اور اصول اربعہ کے مباحث کی تقسیم کے سلسلے میں ایک راہنما تحریر پیش کی جارہی ہے۔اس نوعیت کی راہنمائی کی تجویز وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کے اجلاس (منعقدہ: 9 شوال المکرّم 1443ھ/ 11 مئی 2022ء کراچی) میں زیر غور آئی اور ملک کے مؤقر دینی مدارس کو تجاویز ارسال کرنے کی درخواست کی گئی۔ چناں چہ اس فیصلے کی روشنی میں متعدد مدارس نے اپنی تجاویز ارسال کیں۔اب یہ منتخب تجاویز حضرت صدر وفاق المدارس دامت برکاتہم العالیہ کی توثیق کے بعد اساتذہ دورہ حدیث کی رہنمائی کے لیے پیش ہیں......ادارہ وفاق المدارس۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد ازاوّل تا آخر مکمل پڑھائی جائیں گی۔ البتہ مباحث کے تکرار سے بچنے کے لیے ان کتب کی تدریس میں جن ابواب کو زیادہ تحقیق اور مباحث فقہیہ وکلامیّہ کی تفصیل کے ساتھ پڑھانا چاہئے، اس کے بارے میں ماشاءاللہ ہمارے پاس ۴۲ مدارس نے اپنی تجاویز ارسال فرمائی ہیں۔ان سب کو مدنظر رکھتے ہوئے چاروں کتابوں کے ان ابواب کی نشاندہی کی جارہی ہے جن کو خوب تحقیق کے ساتھ پڑھانا مطلوب ہے۔اس تجویز میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ تمام ابوابِ حدیث پر کسی نہ کسی کتاب میں مفصّل کلام آجائے، اور بعض ابواب کے مباحث ایسے بھی ہوں جو ایک سے زائد کتب میں آئیں، تاکہ ذہن نشین بھی ہوں، اور ہر کتاب کے خصائص کا بھی احاطہ ہوسکے۔ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے حسب ذیل تجویز پیش کی جارہی ہے:

صحیح البخاری (جلد اول):

مقدمۃ العلم کے طور پر تدوین حدیث کا بیان، امام بخاریؒ کے حالات اور صحیح بخاری کی خصوصیات پر جامع کلام کیا جائے۔ نیز اہم شروحِ بخاری کا تعارف کرایا جائے۔تدوین حدیث کی بحث کتاب العلم کے درس کے دوران بھی کی جاسکتی ہے۔

اول کتاب سے کتاب العلم کے آخر تک مفصّل کلام ہو۔

کتاب الصوم کے فقہی مباحث خصوصی اہمیّت کے ساتھ پڑھائے جائیں۔

کتاب البیوع سے کتاب الوصایا تک کے فقہی مباحث مفصّل پڑھائے جائیں۔

ان ابواب کے علاوہ ابواب میں متن حدیث کی تشریح، اور جہاں ترجمۃ الباب دقیق ہو، یا فقہی احکام پر مشتمل ہو، اس کی تشریح کا اہتمام کیا جائے۔ مکررات میں سردِ حدیث کافی ہے۔

صحیح البخاری (جلد دوم):

کتاب المغازی کے شروع سے کتاب التفسیر کے آخر تک متعلقہ مباحث پر مفصّل کلام۔

کتاب الذبائح والصید والتسمی کے مباحث پر خصوصی کلام۔

کتاب الاحکام سے متعلق فقہی مباحث پر مفصّل بحث۔

کتاب الاکراہ اور کتاب الحیل پر مفصّل کلام۔

کتاب الردّ علی الجہمیّۃ سے متعلق کلامی مباحث

صحیح مسلم (جلد اول):

مقدّمۃ العلم کے طور پر حجیتِ حدیث پر مفصّل بحث۔ امام مسلمؒ کے حالات صحیح مسلم کی خصوصیات اور اہم شروح۔

مقدّمہ مسلم کی محققانہ تشریح۔

کتاب الإیمان مکمل۔

کتاب الحج مکمل فقہی مباحث کے ساتھ۔

کتاب النکاح اور کتاب الرضاع فقہی مباحث کے ساتھ۔

صحیح مسلم (جلد دوم):

کتاب الطلاق فقہی مباحث کے ساتھ۔

کتاب النذر اور کتاب الایمان۔

کتاب القسامۃ والمحاربین، کتاب الحدود اور کتاب الاقضیۃ۔

کتاب الامارۃ۔ کتاب الاضاحی۔

کتاب البرّ والصّلۃ۔ کتاب الفتن۔

سنن ابی داود:

مصنف کے حالات، کتب ستہ میں ابوداؤد کا مقام، سکوت ابوداود کا حجت ہونا یا نہ ہونا۔ اہم شروحِ ابوداود کا تعارف۔

ابواب الحیض والاستحاضہ من "باب فی الحائض تناول من المسجد" ص ۱۲۷ الی آخر ابواب الطہارۃ ص ۲۱۲۔

کتاب الصلوۃ از اول تا "باب من صلی لغیر القبلۃ ثم علم" باب ۲۰۲ ص ۲۸۳ مکمل فقہی مباحث کے ساتھ۔

کتاب الجہاد کے اہم مباحث : جہاد کی حقیقت ، جہاد کی فرضیت ، جہاد کا مقصود، اقدامی اور دفاعی جہاد، جہاد کی شرائط۔

کتاب الفرائض۔ کتاب الخراج والفیء والإمارۃ

کتاب الجنائز۔ کتاب اللباس۔ کتاب الملاحم

ان کے علاوہ دوسرے ابواب میں متن کی تشریح اور " قال ابوداوٗد " پر خصوصی توجہ دی جائے۔

جامع ترمذی (جلداول):

امام ترمذیؒ کے حالات، جامع ترمذی کی خصوصیات اوراہم شروح کا تعارف۔

کتاب الطہارۃ (ماسوی ابواب الحیض والاستحاضۃ) مفصل فقہی مباحث کے ساتھ۔

ابواب الوتر سے ابواب الزکوۃ کے شروع تک۔

ابواب الزکاۃ۔

ابواب الاحکام۔

جامع ترمذی (جلد دوم):

ابواب الاطعمۃ۔

ابواب الاشربۃ۔

ابواب الطب۔

ابواب الولاء والهبۃ۔

ابواب القدر۔

ابواب الزہد (اس میں اخلاق باطنہ پر کلام کیلئے اہل تصوف کی کتب مثلا احیاء العلوم یا بدایۃ الہدایۃ یا تبلیغِ دین کی مدد سے ان کی اہمیت ذہن نشین کرائی جائے۔)

ابواب الاستئذان والآداب

ابواب المناقب

ہر کتاب میں ان ابواب کی تقسیم کا مطلب ہر گز نہیں ہے کہ باقی ابواب میں صرف سردِ عبارت ہو، بلکہ متن کی تشریح اور اس کتاب کے خصوصی مقامات پر مناسب حد تک گفتگو کی جائے۔ نیز جو فقہی مباحث کسی اور کتاب میں متعین کئے گئے ہیں ان کا ملخص بھی بیان کر دینا بہتر ہوگا۔ واللہ سبحانہ اعلم!۔☆☆

مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اہم فیصلے

منعقدہ: 9 شوال المکرّم 1443ھ/ 11 مئی 2022ء بمقام جامعہ دارالعلوم کراچی

ادارہ وفاق المدارس

۹ شوال المکرّم ۱۴۴۳ھ کو دارالعلوم کراچی میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کا ایک بھرپور اجلاس منعقد ہوا۔ اجلاس میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مختلف امور زیر بحث آئے، کئی اہم فیصلے بھی ہوئے۔ ذیل میں مجلس عاملہ کی منظوری سے ہونے والے فیصلوں کی تفصیل پیش کی جارہی ہے:

نصاب تعلیم:

(1)......تخصص فی الفقہ، تخصص فی الحدیث، تخصص فی الادب العربی کے مدارس و جامعات میں اجراء اور نصاب مرتب کرنے کی اصولی منظوری دی جبکہ امتحان لینے کا فیصلہ مزید غور وخوض کے بعد کیا جائے گا۔ تخصصات کے نصاب، نظام سے متعلق کمیٹیوں میں توسیع کا فیصلہ کیا گیا۔

(2)......سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن طحاوی، شرح معانی، موطا امام مالکؒ اور موطا امام محمدؒ کی تدریس کے لیے مقادیر خواندگی مقرر کی گئیں، یہ کتب آئندہ انہیں مقادیر سے پڑھائی جائیں گی اور انہیں کے مطابق ان کا امتحان ہوگا، مقادیر خواندگی درج ذیل ہیں:

السنن لابن ماجہ:......(کل صفحات 217)

(الف) (تعارف کتاب وتعارف مصنف وخصوصیات کتاب)

(ب) مقدمہ (اتباع السنۃ وفیما انکرت الجہمیہ) (ص 111 تا 166)

(ج) ابواب الفتن تا آخر کتاب (ص 996 تا 1100)
تعیین روایات موضوعہ (باعانت ما تمس الیہ الحاجۃ) از ابتداء تا آخر

(د) ابواب الادب، ابواب الدعاء، ابواب تعبیر الرؤیا (ص 936 تا 992)

السنن للنسائی:......(کل صفحات 183)

(الف) (تعارف کتاب وتعارف مصنف وخصوصیات کتاب)

(ب) کتاب الطہارۃ (ص27 تا141)

(ج) کتاب عشرۃ النساء وکتاب الطلاق (ص850 تا901)

(د) کتاب البیعۃ (ص1018 تا1033)

الموطا للامام محمد:......(کل صفحات 71)

(الف) (تعارف کتاب وتعارف مصنف وخصوصیات کتاب)

(ب) کتاب الزکوٰۃ (ص201 تا210)

(ج) کتاب النکاح (ص285 تا298)

(د) ابواب السیر تا آخر کتاب (ص436 تا482)

الموطا للامام مالک:......(کل صفحات 117)

(الف) (تعارف کتاب وتعارف مصنف وخصوصیات کتاب)

(ب) کتاب وقوت الصلوٰۃ، کتاب الطہارۃ (ص23 تا87)

(ج) کتاب الجامع (ص784 تا ختم کتاب835)

السنن للطحاوی (شرح معانی الآثار):......(کل صفحات 333)

(الف) (تعارف کتاب وتعارف مصنف وخصوصیات کتاب)

(ب) کتاب الطہارۃ (ص37 تا190)

(ج) کتاب الصلوٰۃ تا ابواب الوتر (ص191 تا369)

نوٹ: مذکورہ صفحات کی تعداد ’’مکتبۃ البشریٰ‘‘ کے بڑی تقطیع والے نسخوں کے مطابق ہے۔
شمائل ترمذی حسب سابق مکمل کتاب شامل ہے۔

(3)......دورہ حدیث میں صحاح اربعہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابوداود) کی تدریس اورامتحان کے لیے مجلس عاملہ کے مفوضہ اختیار کے مطابق حضرت صدر وفاق دامت برکاتہم العالیہ مباحث کی تقسیم کا تعین فرمائیں گے۔اسی سال سے مذکورہ کتب کی تدریس، انہی مباحث کے مطابق ہوگی۔

دورہ حدیث کے مدارس اپنے اپنے مدرسہ میں رائج تقسیم مباحث 16 مئی تک دفتر وفاق المدارس العربیہ پاکستان یا مولانا عبدالرحیم صاحب جامعہ دارالعلوم کراچی کے واٹس ایپ نمبر 0336-2016595 پر ارسال فرما دیں اوراس کے بعد صدر وفاق کی طرف سے مباحث کی تقسیم کا اعلان کر دیا جائے گا۔**(نوٹ: اس سلسلے کا اہم**

اعلامیہ حضرت صدر وفاق دامت برکاتہم العالیہ کی توثیق کے ساتھ جاری کر دیا گیا ہے، گزشتہ مضمون اسی سلسلے کا ہے)

(4)......نصاب کمیٹی نے نصاب سے متعلق جو تجاویز دی تھیں ان پر مزید غور وخوض کیا جائے گا جس کے لیے نصاب کمیٹی میں توسیع وترمیم کی جائے گی۔

(5)......وفاق المدارس نے معیار تعلیم کو بلند کرنے کے لیے مدارس وجامعات میں تدریب المعلمین کا فیصلہ کیا ہے جس کے نظام ونصاب کے لیے کمیٹی تشکیل دی گئی۔

مکاتب قرآنیہ کے لیے جامع نصاب ونظام:

(6)......مکاتب قرآنیہ کی راہنمائی کے لیے قاعدہ، ناظرہ اور اسلامیات پر مشتمل ایک جامع نصاب ونظام شائع کیا جائے گا تاکہ ملک بھر کے مکاتب انہیں خطوط پر بچوں کی تعلیم وتربیت کر سکیں۔

امتحانات وفاق:

(7) آئندہ سال درجہ کتب کا سالانہ امتحان بروز ہفتہ تا جمعرات 27 رجب المرجب تا 2 شعبان 1444ھ مطابق 18 تا 23 فروری 2023ء ہوگا۔

(8) آئندہ سال درجہ حفظ کا سالانہ امتحان 16 تا 25 رجب المرجب 1444ھ مطابق 7 تا 16 فروری 2023ء ہوگا۔

(9)......1447ھ سے درجہ ثانویہ عامہ کے امتحان کے داخلہ کے لیے میٹرک پاس ہونا ضروری ہوگا لہٰذا طلباء ثانویہ عامہ سے قبل میٹرک کا امتحان پاس کر لیں۔ بہتر ہوگا مدارس اپنے نظم کے تحت طلباء کو میٹرک کروائیں۔

(10)......وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا امتحان حسب سابق ایک ہی مرحلہ میں ہوگا اور پرچے کا وقت 4 گھنٹے ہوگا۔ البتہ ناظمین مسئولین کے تعاون سے سہ ماہی امتحان تک مراکز امتحان کے متعلق رپورٹ امتحانی کمیٹی کو پیش کریں گے۔

(11)......سالانہ امتحان 1444ھ سے وفاق کے تحت آن لائن داخلوں کا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔

(12)......حفظ قرآن کریم کے معیار کو بلند کرنے کے لیے ضلعی، ڈویژنل، صوبائی اور مرکزی سطح پر مرحلہ وار مسابقات کرانے کا فیصلہ کیا گیا، ان شاء اللہ جلد مسابقات کے شیڈول اور نظم کا اعلان کر دیا جائے گا۔

(13)......طلبہ وطالبات کے لیے امتحان ہال میں شناختی کارڈ یا ب فارم ہمراہ لانا ضروری ہوگا۔

(14)......تمام مدارس میں صرف ونحو پڑھانے والے اساتذہ کو ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ قواعد صرف ونحو کے اجراء اور تمرین پر خوب توجہ دیں۔ امسال سے ان کتب کے امتحان میں قواعد کے علاوہ ان کے اجراء اور تمرین سے

متعلق سوالات اہمیت کے ساتھ رکھے جائیں گے۔

عربی تحریر و تقریر میں مہارت:

(15)......عربی تحریر و تقریر میں مہارت پیدا کرنے پر زور دیا گیا۔ اس سلسلہ میں فیصلہ ہوا کہ آئندہ بنین میں درجہ رابعہ سے عالمیہ تک کے امتحان میں کم از کم ایک سوال کا جواب عربی میں دینا ضروری ہوگا۔

درجہ رابعہ میں نور الانوار، درجہ خامسہ میں آثار السنن، درجہ سادسہ میں مسند امام اعظم، درجہ سابعہ میں مشکوٰۃ المصابیح جلد دوم، درجہ ثامنہ (دورہ حدیث) میں جامع ترمذی جلد دوم کے ایک سوال کا جواب عربی میں تحریر کرنا ضروری ہوگا۔

اساتذہ کرام کے لیے عربی تحریر و تقریر میں مہارت حاصل کرنے کے لیے تعطیلات میں دورہ جات کا انعقاد ہوگا۔

شرائط امتحان حفظ میں ترمیم:

(16) وفاق کے تحت درجہ حفظ کا امتحان دینے کے لیے پہلے سے طے شدہ شرط یہ ہے کہ طالب علم نے قرآن کریم مکمل حفظ کیا ہو اور وفاق سے ملحق کسی مدرسہ کا باقاعدہ طالب علم ہو، پرائیویٹ نہ ہو۔ اس سلسلہ میں جدید ترمیم یہ ہے:

(الف) البتہ جو طلبہ و طالبات کسی مکتب میں حفظ کرتے ہیں اس کا الحاق وفاق سے کرالیا جائے یا وفاق سے ملحقہ کسی مدرسہ کی شاخ بنالیا جائے تو ان کے طلبہ و طالبات کا سالانہ امتحان وفاق سے کرایا جاسکے گا۔

(ب) اسی طرح جو طلبہ و طالبات کسی اسکول کے شعبہ حفظ میں پڑھتے ہیں یہ اسکول اپنے شعبہ حفظ کو وفاق سے ملحق کرالیں یا کسی ملحقہ مدرسہ کی شاخ بنوالیں تو یہ طلبہ بھی وفاق کے امتحان میں شریک ہوسکتے ہیں۔

(ج) اسی طرح جو طلبہ نجی طور پر ٹیوشن سے یا کسی گھر میں حفظ کرتے ہیں یہ طلبہ و طالبات وفاق کے امتحان میں اس شرط کے ساتھ شریک ہوسکتے ہیں کہ وہ وفاق سے ملحقہ مدرسہ میں امتحان سے تین ماہ قبل داخلہ لے لیں اور وہاں اپنی منزل سنا کر اس میں کامیابی حاصل کرلیں۔ مدرسہ کی تصدیق کے ساتھ ان کا داخلہ وصول کیا جائے گا۔

غیر وفاقی درجات اور غیر وفاقی طلبہ و طالبات کا امتحان:

(17) جن درجات کا سالانہ امتحان وفاق لیتا ہے، ان درجات کا امتحان مدارس و جامعات نہ لیں البتہ ان درجات میں غیر وفاقی طلبہ و طالبات کا اور غیر وفاقی درجات کا امتحان مدارس و جامعات اپنے نظم کے تحت لیں۔

تعلیمی دورانیہ:

(18) مدارس میں نئے تعلیمی سال کے داخلہ کی کارروائی 7 تا 15 شوال مکمل کی جائے اور تعلیم کا آغاز 16 تا 20 شوال کے دوران ہو۔ تعلیم کا اختتام 10 تا 15 رجب 1444ھ مطابق یکم تا 5 فروری 2023ء تک کیا جائے۔

درجہ ثالثہ (خاصہ سال اول) کا امتحان:

(19)......آئندہ سال 1445ھ سے درجہ ثالثہ (خاصہ سال اول) کا امتحان وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت ہوگا جبکہ اس سے قبل درجہ ثالثہ کے نصاب پر دوبارہ غور وخوض کر کے اسے حتمی کیا جائے گا۔

فیس:

(20) مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 27، 28 ربیع الاول 1443ھ مطابق 3، 4 نومبر 2021ء میں داخلہ فیس، سالانہ فیس، الحاق فیس، ماہنامہ وفاق سمیت تمام فیسوں میں (ماسوائے مثنیٰ اسناد) 50 فیصد اور حق الخدمت میں 30 فیصد اضافہ منظور کیا گیا تھا۔ یہ اضافہ یکم محرم الحرام 1444ھ سے نافذ ہوگا۔

(21) وفاق کے سالانہ امتحان کے لیے داخلہ فارموں کی وصولی کی تاریخ میں چار گنا فیس کے ساتھ ایک ماہ کا اضافہ طے کیا گیا ہے۔ جس کے مطابق سالانہ امتحان کے داخلوں کی تاریخیں درج ذیل ہوں گی:

سنگل فیس یکم ربیع الاول تا 30 ربیع الاول، ڈبل فیس یکم ربیع الثانی تا 15 ربیع الثانی، تین گنا فیس 16 ربیع الثانی تا 30 ربیع الثانی اور چار گنا فیس یکم جمادی الاولیٰ تا 30 جمادی الاولیٰ ہوگی۔ اس کے بعد کوئی داخلہ فارم وصول نہیں کیا جائے گا۔

حکومت کے ساتھ اعلیٰ سطحی مذاکرات:

(22)......مدارس کی رجسٹریشن، بینک اکاؤنٹ اور دیگر مسائل کے حل کے لیے جلد حکام سے دوبارہ اعلیٰ سطحی مذاکرات کا آغاز کیا جائے گا۔

وفاق کے مرکزی دفتر کی تعمیر:

(23)......ملتان میں جلد وفاق المدارس کے مرکزی دفتر کی تعمیر کا آغاز کیا جائے گا۔

☆......☆......☆

تذکیر وموعظت

زبان کی آفتیں

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

آج کے دور میں زبان کا سوء استعمال اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اس کی وجہ سے گھر گھر لڑائیاں اور فساد ہونے لگے ہیں۔ اپنے مخالفین کو جس طرح رگیدا اور لتاڑا جاتا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ دشنام والزام کے ہمہ پہلو اسلوب اختیار کیے جارہے ہیں۔ اسی بارے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ مواعظ میں سے منتخب اقتباسات پیش کیے جارہے ہیں۔

فرمایا:......انسان جتنے کام یا کلام کرتا ہے بظاہر اس کی تین قسمیں ہیں:

ا۔مفید:......جس میں کوئی دین یا دنیا کا فائدہ ہو۔

۲۔مضر:......جس میں دین یا دنیا کوئی نقصان ہو۔

۳۔نہ مفید نہ مضر:......جس میں نہ کوئی فائدہ ہو نہ نقصان۔

اس تیسری قسم کو حدیث میں لایعنی کے لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے لیکن جب ذرا غور سے کام لیا جاوے تو واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تیسری قسم بھی درحقیقت دوسری قسم یعنی مضر میں داخل ہے۔

گالی گلوچ کرنا:......گالی اور فحش کلامی سے مراد یہ ہے کہ ایسے کام جن کے اظہار سے آدمی شرماتا ہو، ان کو صریح اور کھلے الفاظ سے ظاہر کرنا۔ پھر اگر وہ واقع کے مطابق اور صحیح ہو تو ایک گناہ گالی دینے کا ہے اور اگر واقعہ کے خلاف ہو تو دوسرا گناہ بہتان وافترا کا بھی ہے۔ جیسے کسی شخص یا اس کی ماں بہن کی طرف کسی فعلِ حرام کی نسبت کرنا۔

حدیث شریف میں ہے کہ:......''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے''۔ (بخاری ومسلم)

لعنت کرنا:......لعنت کے معنی ہیں کسی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور یا غضب وقہر میں مبتلا یا دوزخی کہنا یا بطور بد دعا کے یہ کہنا کہ اس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے دور کردے یا اس پر غضب الٰہی نازل ہو یا دوزخ میں جائے وغیرہ۔

لعنت کے تین درجے ہیں:

ا۔ایک جن اعمال وخصائل پر قرآن مجید وحدیث میں لعنت وارد ہوئی ہے، ان اوصاف عام کے ساتھ لعنت کرنا، جیسے:''لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ یا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ''۔ یہ صورت بالاتفاق جائز ہے۔

۲۔دوسرے کسی مخصوص فرقۂ ضالہ پر اس کے وصفِ ضلالت کے ساتھ لعنت کرنا۔ مثلاً یہ کہنا کہ یہود ونصاریٰ پر لعنت یا روافض وخوارج پر لعنت یا سودخوروں، شرابیوں وغیرہ پر لعنت جس میں کسی شخص یا جماعت کی تعیینِ خاص نہیں

ہے، یہ صورت بھی جائز ہے۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ کسی خاص شخص زید وعمرو پر یا کسی جماعتِ خاص مثلاً فلاں شہر کے رہنے والے یا فلاں قبیلے کے لوگ یا فلاں پیشہ والے یا فلاں قوم پر لعنت، یہ سخت خطرناک معاملہ ہے، اس میں بڑی احتیاط لازم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

''جس شخص پر لعنت کی جاتی ہے، اگر وہ لعنت کا مستحق نہیں ہوتا تو وہ لعنت اس کے کہنے والے پر لوٹتی ہے۔'' اور فرمایا کہ: ''مؤمن پر لعنت کرنا ایسا گناہ ہے جیسے اس کو قتل کردیا۔'' (بخاری ومسلم)

دل لگی وتمسخر کرنا:...... تمسخر کے معنی یہ ہیں کہ کسی کی اہانت وتحقیر اور اس کے عیب کا اظہار اس طرح کیا جائے جس سے لوگ ہنسیں یا دل لگی کرنا جس سے دوسرے کو ایذا پہنچے۔ اس میں بہت سی صورتیں داخل ہیں، مثلاً:

۱۔ کسی کے چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، بولنے ہنسنے وغیرہ کی نقل اتارنا یا قد وقامت، شکل وصورت کی نقل اتارنا۔

۲۔ اس کے کسی قول وفعل پر ہنسنا۔ ۳۔ آنکھ یا ہاتھ پیر کے اشارہ سے اس کے عیب کا اظہار کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جو لوگ دوسرے لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں، آخرت میں ان کے لیے جنت کا دروازہ کھولا جائے اور اس کی طرف بلایا جائے گا، جب وہ سرکتا سسکتا ہوا وہاں تک پہنچے گا تو بند کردیا جائے گا، اسی طرح برابر جنت کے دروازے کھولے اور بند کیے جائیں گے، یہاں تک کہ وہ مایوس ہوجائے اور بلانے پر دروازہ جنت کی طرف نہ جائے گا''۔

بعض لوگ ناواقفیت یا غفلت سے تمسخر کو مزاح میں داخل سمجھ کر اس میں مبتلا ہوجاتے ہیں، حالانکہ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ مزاحِ جائز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس کی شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی بات خلافِ واقعہ زبان سے نہ نکلے اور کسی کی دل آزاری نہ ہو اور وہ بھی مشغلہ اور عادت نہ بنے، کبھی اتفاقاً ہوجائے اور جس تمسخر میں مخاطب کی دل آزاری یقینی ہے وہ باجماع حرام ہے اس کو مزاحِ جائز میں داخل سمجھنا گناہ بھی ہے اور جہالت بھی۔

چغل خوری:...... کسی کا عیب یا ایسا قول وفعل جس کو وہ چھپانا چاہتا ہے، دوسروں پر ظاہر کرنا چغلی ہے۔ چغلی کھانا گناہ کبیرہ ہے۔ پھر اگر وہ عیب واقعی اور صحیح بات ہے تو صرف چغلی کا گناہ ہوگا اور اگر واقعہ کے خلاف ہے یا اپنی طرف سے اس میں کچھ کمی یا زیادتی کی یا برے عنوان، برے طرز سے نقل کیا تو افترا و بہتان بھی ہے جو مستقل کبیرہ گناہ ہے اور جس کی طرف سے چغلی کی گئی ہے اگر اس کے کسی عیب کا اظہار ہے تو غیبت بھی ہے جو تیسرا گناہِ کبیرہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جو چغلی لے کر ادھر سے ادھر جاتے ہیں پھر دوستوں میں باہم فساد ڈلواتے ہیں اور جو بے قصوروں کے عیب ڈھونڈتے ہیں، بدترین انسان ہیں۔'' اور فرمایا: ''چغل خور جنت میں نہیں جائے گا، چغلی عذابِ قبر ہے۔'' (بخاری)

کذب (جھوٹ):...... (خلاف واقعہ بات کہنا کذب ہے)، بے تحقیق کسی بات کا نقل کرنا اور سنی سنائی بات کو بدوں تحقیق کے فوراً زبان سے نکال دینا بھی گناہ ہے۔ (انفاس عیسیٰ: ۱۸۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جھوٹ بولنے سے بچو کہ جھوٹ اور فجور ساتھ ساتھ ہیں اور یہ دونوں جہنم میں ہیں۔'' اور فرمایا: ''جھوٹی شہادت تین مرتبہ شرک کے برابر ہے۔'' (نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد و ترمذی)

غیبت:...... کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی ایسی بات کہنا کہ اگر وہ سنے تو اس کو ناگوار ہو، اگرچہ وہ بات اس کے اندر موجود ہی ہو اور اگر وہ بات اس میں نہیں تو وہ غیبت سے بڑھ کر بہتان ہے۔ اسی طرح کسی کی نقل اتارنے سے مثلاً آنکھ دبا کر دیکھنا، لنگڑا کر چلنا بھی (غیبت ہے) بلکہ یہ زیادہ برا ہے۔

غیبت کا مذموم ہونا (قرآن اور حدیث سے) ظاہر ہے، اس کی مضرت دین و دنیا میں ہے۔ دنیا کی مضرت تو یہ ہے کہ اس سے باہمی تشویش و نااتفاقی ہوتی ہے، آپس میں فساد ہو جاتا ہے اور دین کی مضرت یہ ہے کہ قیامت کے دن غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس کو مل جائیں گی، جس کی غیبت کی تھی اور وجہ اس کی یہ ہے کہ غیبت حق العبد ہے، جب وہ معاف کرے گا تب معاف ہوگا۔

مدح سرائی:...... حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص نے مجمع میں اپنے دوست کی تعریف کی تو رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''تم نے اپنے دوست کی گردن کاٹ دی۔'' مطلب یہ ہے کہ اس کے نفس میں خود پسندی و بڑائی پیدا کر کے اس کو ہلاک کر دیا۔ دوم اپنی تعریف سن کر نفس پھولتا ہے اور اعمالِ خیر میں سست پڑ جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ''مسلمان بھائی کو کند چھری سے ذبح کر دینا اس سے بہتر ہے کہ اس کے منہ پر اس کی تعریف کی جائے''۔ اس لیے کہ ممدوح مغرور ہو جاتا ہے اور اپنے نفس کو قابلِ تعریف سمجھنے لگتا ہے، حالانکہ یہ اس کی ہلاکت کی جڑ ہے۔

طریقِ کار:...... حدیث شریف میں ہے کہ: ''جب صبح ہوتی ہے تو تمام اعضائے بدن زبان سے خوشامد کر کے کہتے ہیں کہ تو ٹھیک رہنا، اگر تو ٹھیک رہی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو بگڑی تو ہم سب بگڑ جائیں گے''۔ (لہٰذا لازم ہے کہ ہر ممکن طریق سے زبان کی حفاظت کریں اور ان باتوں کی سختی سے پابندی کریں۔)

بولنے میں احتیاط رکھیں (بدوں سوچے کوئی بات نہ کیا کریں) اگر کبھی کوئی بات خلاف شریعت ہو جائے تو فوراً خوب توبہ کر لیں، توبہ کے بعد اس سے بھی معافی مانگنے کی ضرورت ہے۔ اور جن لوگوں کے سامنے چغلی یا غیبت کی تھی اس کے سامنے اس کی مدح و ثنا بھی کریں اور پہلی بات کا غلط ہونا ظاہر کر دیں اور اگر وہ سچی بات ہو تو کہہ دیں کہ بھائی خود اس بات پر اعتماد نہیں رہا، یہ تو رہ ہوگا، کیونکہ سچی بات پر بھی اعتمادِ قطعی بدوں وحی کے نہیں ہو سکتا اور اگر کسی وجہ سے معاف کرانا دشوار ہو تو ادنیٰ درجہ کا علاج یہ ہے کہ اس شخص کے لیے اور اس کے ساتھ اپنے لیے استغفار کرتے رہیں، اس طرح: '' اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَ لَهُ '' (اے اللہ! ہماری اور اس کی مغفرت فرما)۔ (ماخوذ: شریعت اور طریقت) ☆☆

خطاب خاص

ظاہر وباطن کی اصلاح کی ضرورت

طلبہ کرام سے ایک تربیتی خطاب

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و علیٰ آلہٖ و اصحابہ الکرام البررۃ، آمنت باللّٰہ العظیم وحدہ و کفرت بالجبت والطاغوت واستمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم. اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم. قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی......الخ

ابتدائے کلام :

ایک حقیقت جو سب کو معلوم ہے اور ہماری طالب علمانہ زبان میں اس کو ایک بدیہی حقیقت کہا جاسکتا ہے وہ بالکل سامنے کی بات ہے اور وہ یہ کہ اچھی چیز بہر حال اچھی ہوتی ہے اور بُری چیز بُری ہوتی ہے، اگر کسی آدمی میں تواضع اور انکساری موجود ہے تو یہ اچھی بات ہے اور اس کے برعکس اگر کسی میں فخر وغرور اور تکبر کی خصلت پائی جاتی ہے تو اس کو برا کہا جاتا ہے۔

ایک آدمی سچ بولتا ہے، سب اس کے سچ بولنے کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس ایک آدمی جھوٹ بولتا ہے، سب اس کے جھوٹ بولنے کو برا کہتے ہیں، ایک آدمی صاحب علم ہے وہ قابل تعریف ہے، ایک آدمی جہالت کا شکار ہے، سب اس کو محروم القسمت کہتے ہیں، ایک آدمی دانا بینا سمجھدار ہے، سب اس کی تعریف کرتے ہیں، ایک آدمی کند ذہن ہے عقل اور فہم کی صلاحیت سے محروم ہے، لوگ اسے نا قابل تعریف سمجھتے ہیں، پھول سب کو اچھا لگتا ہے، کانٹا سب کو بُرا معلوم ہوتا ہے، اس کی بہت سی مثالیں شب وروز ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا منصب:

حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اللہ پاک کی طرف سے مقرر ہو کر انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے مبعوث ہوئے انسان کو انسان بنانے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو جو صفات عطا فرمائیں، جو حوصلہ اور ہمت عطا کی، جو عزم اور ارادے کی پختگی ان کو عطا فرمائی گئی اور مخلوق کے ساتھ شفقت اور خلق خدا کے ساتھ ہمدردی کا جو جذبہء بیکراں اور ولولہ اللہ پاک نے ان کو عطا فرمایا وہ ان کے اس منصب کے عین مطابق ہے، ان کا منصب تھا،

انسان کو انسان بنایا جائے انسان کے ظاہر اور باطن کی تعمیر کی جائے انسان کو مجد و شرف کے ساتھ آراستہ کیا جائے اس کے لئے ان تمام صفات کی ضرورت تھی جو اللہ رب العزت نے حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو عطا فرمائیں، آپ قرآن و حدیث کے طالب علم ہیں اور قرآن مجید نے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کی سیرت بیان کی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انبیاء کے جو حالات ارشاد فرمائے ہیں وہ آپ نے پڑھے ہیں، الحمد للہ آپ ان سے آگاہ ہیں۔

یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ اس کارخانۂ ہستی میں انسانوں کی بے شمار قسمیں ہیں، ان اقسام میں انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو منصب سپرد کیا وہ ایک عظیم مقصد پر مشتمل تھا اور انہوں نے اپنے زمانۂ حیات میں اسے بروئے کار لانے کے لئے اپنی عمدہ اور بہترین صلاحیتوں کو بھرپور استعمال کیا، کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو حق سبحانہ وتعالیٰ نے خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نائب اور وارث مقرر کیا اور وہ انبیاء کے مقصد کی تکمیل کے لئے منتخب ہوئے، حقیقت یہ ہے کہ اس انتخاب کی عظمت اور بلندی کا ادراک ہماری سمجھ سے بالاتر ہے لیکن اگر غفلت کے پردے آڑے آجائیں، یہ ورثۃ الانبیاء کا طبقہ اپنے مقصد کو اپنی نگاہوں سے اوجھل کر دے تو یہ بڑی بدنصیبی کی بات ہوگی۔

<u>مدارس عربیّہ کے طلبہ اور ان کے علوم کی اہمیّت:</u>

آج کی اس گفتگو میں میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ رب العزت نے آپ کو نیابت نبوت کے لئے چنا ہے اور آپ کو تحصیل علوم شرعیہ میں لگا دیا ہے، آپ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاکیزہ دین کے شفاف نکھرے ستھرے علوم کو سیکھ رہے ہیں دنیا میں بہت سے علوم ہیں اور ان کی اقسام ہیں لیکن حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے علوم کی جو اہمیت اور عظمت ہے وہ اس لئے ہے کہ ان علوم سے خالق کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور ان علوم کی برکت سے انسان شرف انسانیت سے نوازا جاتا ہے۔

ہم ان دینی اداروں میں رہ کر خواہ طالب علم کی حیثیت سے ہوں یا معلّم کی حیثیت سے یا خادم کی حیثیت سے اسی مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے اپنی زندگی کا بیش قیمت حصّہ اور اگر یہ کہا جائے کہ ہم اپنی کل زندگی اس کے لئے وقف کرتے ہیں تو اس میں مبالغہ نہیں۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں اور جو استعداد آپ کے اندر رکھی ہے وہ آپ کی نظروں سے مخفی ہے اور آپ کو اس کا استحضار نہیں اگر آپ اپنی ان صلاحیتوں کا استحضار فرمائیں اور ان کا جائزہ لیں تو آپ کی زبان پر اللہ تعالیٰ کے شکر کے الفاظ جاری ہو جائیں گے لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ وراثتِ نبوت علوم ظاہرہ کے ساتھ

روحانیت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی، آپ اپنی منصبی ذمہ داریوں کو بھی محسوس فرمائیں اور اپنی صلاحیتوں کو بھی پرکھیں اور سمجھیں اوران کو بروئے کار لائیں، علم ظاہر کے ساتھ روحانیت کی بھی پوری کوشش فرمائیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی بے چینی:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نوّر اللہ مرقدہ اس بات کے لئے بہت بے چین رہتے تھے کہ ہمارے مدارسِ عربیہ کی روح نکلتی جارہی ہے اوران میں پڑھنے والے طلباء اور پڑھانے والے اساتذہ روحانیت سے خالی ہو رہے ہیں، اس کے تدارک کے لئے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کئی مرتبہ پاکستان کے سفر کے دوران حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقاتیں کر کر کے اس بات پر زور دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کیا ہورہا ہے اور کیوں ہورہا ہے؟؟ اس کا تدارک کیوں نہیں کیا جارہا اور فرماتے تھے کہ ایک زمانہ تھا (ہمارے بزرگوں کے یہاں جب اساتذہ بھی روحانیت کی مثال پیش کرتے تھے اور منتظمین بھی اس بارے میں فکر مند رہتے اور کسی قسم کی غفلت گوارا نہیں کرتے تھے تو یہ ہوتا تھا) کہ کئی طالب علم اپنے اساتذہ سے علم بھی حاصل کرتے تھے اور روحانی فیض بھی حاصل کرتے تھے ایک طرف ان کا دورِ طالب علمی اختتام کو پہنچتا تھا اور دوسری طرف وہ روحانیت کے اس مقام پر ہوتے تھے کہ صاحب سلسلہ بزرگ کی طرف سے ان کو باقاعدہ اجازت مل جاتی تھی اور وہ خلقِ خدا کی راہنمائی کے لئے وراثت نبوت کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دینے کی صلاحیتوں سے بہرہ ور ہوجاتے تھے، علوم ظاہرہ کے ساتھ یہ ایک مستقل سلسلہ تھا۔

دارالعلوم دیوبند کا اصول:

دارالعلوم دیوبند میں کوئی طالب علم فارغ التحصیل ہونے کے بعد سند کا استحقاق نہیں رکھتا تھا جب تک کہ وہ کسی شیخ کامل کی خانقاہ میں کم از چھ مہینے نہ گزارلے اس کے بعد پھر اس کو سند دی جاتی تھی، امتحانات میں کامیابی حاصل کر لینے اور علمی قابلیت کے پیدا ہوجانے کے بعد وہ سند کا مستحق قرار نہیں پاتا تھا اس لئے کہ روحانیت سے اس کی وابستگی ثابت نہیں، اللہ والوں کی خدمت میں رہے گا، معتد بہ وقت وہاں گزارے گا تو یقیناً پھر اس روحانیت سے مناسبت ہوجائیگی۔

موجودہ دور کے طلبہ میں روحانیت اور اخلاص کا فقدان:

آج کل صورتحال یہ ہے کہ جو گفتگو میں آپ سے کررہا ہوں ہمارے مدارس والے بھی اس کو فضول اور لایعنی سمجھتے ہیں اور طلباء کی اکثریت بھی اس کو بے کار سمجھتی ہے، یا وہ لوگ ہیں کہ جو روحانیت کے سلسلہ کو لایعنی اور فضول تو نہیں

کہتے اس کا انکار بھی نہیں کرتے لیکن اس کا کوئی اہتمام بھی نہیں کرتے ،عمر پر عمر گزرتی چلی جارہی ہے، روزانہ زندگی کا ایک دن کم ہورہا ہے اور بقول شخصے کہ رُخ قبر کی طرف ہے اور ہم ہر روز اس کی طرف بڑھ رہے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم اپنے اندر روحانیت کو پیدا کرنے سے اس حد تک غافل ہیں کہ ہم اس کو ایک فضول چیز سمجھ رہے ہیں اور یا اگر فضول نہیں سمجھ رہے تو اس کے لئے کوئی اہتمام ہمارے پاس نہیں ہے جبکہ سب جانتے ہیں کہ اخلاص کے بغیر عمل مقبول نہیں اور یہ اخلاص ہی تو روحانیت ہے۔

اور مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اگر کچھ لوگ ہیں بھی جنہوں نے روحانیت کو طے کرنے کے لئے کسی متبع سنت بزرگ سے رابطہ قائم کیا ہے تو ظاہر میں تو بے شک رابطہ قائم کیا ہے لیکن وہ بھی اپنے اخلاق کی اصلاح اور اخلاص وللّٰہیت (روحانیت) پیدا کرنے کی فکر سے غافل ہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طریقے سے انحطاط مدارس کے اندر موجود ہے وہی انحطاط خانقاہوں میں بھی ہے، مجلس بھی ہورہی ہے اور شیخ کے ملفوظات بھی ہورہے ہیں اور یہ طالب وہاں پابندی سے حاضری بھی دے رہے ہیں لیکن اخلاق درست نہیں ہورہے، اخلاق کی درستگی کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں ہے، ایک رسم بنالی ہے کہ اتوار کے دن مجلس ہوگی، ہم بھی چلیں گے، حضرت سے ملاقات کریں گے اور حضرت کو جتادیں گے کہ ہم آئے ہیں۔

قرآن اور حدیث علوم ظاہرہ اور باطنہ پر مشتمل ہیں:

میرے دوستو اور بزرگو! میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں اور اس عرض کو آپ کے لئے باور کرانے میں مجھے کوئی بھی مشکل نہیں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن لیکر آئے ہیں اور اس کے ساتھ احادیثِ مبارکہ ارشاد فرمائی ہیں، وہ قرآن اور وہ احادیث جس طرح احکام ظاہرہ پر مشتمل ہیں بالیقین وہ اسی طرح روحانیت پر بھی مشتمل ہیں اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ قرآن احکام ظاہرہ کا بیان ہے اور وہ احکام ظاہرہ ہی کو پیش کرتا ہے اور جس کو روحانیت کہا جارہا ہے اس سے نہ قرآن کا تعلق ہے نہ احادیثِ مبارکہ کا تو وہ آدمی پرلے درجے کا جاہل ہے اور الحمد للہ کہ آپ ایسے جاہل نہیں ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ارشاد ہے:

"یٰاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا...... الی قوله تعالی...... وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا" (المزمل: ۱تا۸)

ترجمہ: ......(اے میرے محبوب) کپڑے میں لپٹنے والے، کھڑا رہ رات کو (نماز) میں مگر رات کا تھوڑا حصّہ، آدھی رات یا اس میں سے کم کردے تھوڑا سا، یا زیادہ کر اس پر اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو (نماز کے اندر) صاف طور پر، ہم ڈالنے والے ہیں تجھ پر ایک بات وزن دار، البتہ اٹھنا رات کو سخت روندتا ہے (نفس کو) اور سیدھی نکلتی ہے

بات (جو آسانی سے دل پے جا لگتی ہے) البتہ تجھ کو دن میں شغل رہتا ہے لمبا اور ذکر کرتا رہ اپنے رب کے نام کا اور کٹ جا (تمام مخلوق سے) اس کی طرف (دل کے) کٹنے کے ساتھ "

یہ کیا ہے؟ کیا یہ روحانیت نہیں ہے؟ یہاں تہجد کا ذکر ہے ذکر اللہ کا بیان ہے اور اللہ سے لو لگانے کا حکم ہے جس بلیغ انداز میں یہاں روحانیت اور تعلق مع اللہ کا ذکر ہوا ہے، کسی انسان میں قدرت ہے کہ وہ اس کی نظیر پیش کرے؟

دوسری جگہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحانیت کے تذکرے کے ساتھ صحابہ کو بھی شامل کر کے ارشاد فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَه...... الی قولہٖ تعالیٰ...... يَبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَاناً"۔
(سورۃ الفتح:۲۹)

ترجمہ:......''محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھی ہیں، سخت گیر ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں، تو دیکھے گا ان کو (اللہ کے سامنے) رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے (اور اس رکوع وسجدہ کے ساتھ وہ) ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی۔''

کیا اس میں روحانیت کا ذکر نہیں ہے، کفار کے مقابلہ میں شدت، کفر سے نفرت کی دلیل نہیں؟ آپس میں رحم دلی اور شفقت کا برتاؤ ایمان کی محبت کے بغیر ممکن ہے؟ یہ رکوع اور سجدے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وخوشنودی کی طلب اور جستجو یہ سب کیا ہیں؟ یہی تو روحانیت ہے، (اور پہلے اس کا مفصل بیان گزر چکا کہ) احکامِ مفروضہ کی غایت تقویٰ کو قرار دیا ہے، تو کیا تقویٰ روحانیت نہیں ہے؟ پھر یہ کہنا کہ قرآن کریم میں صرف احکامِ ظاہرہ کا بیان ہے اور باطنی علوم کا کوئی ذکر نہیں اور روحانیت کا قرآن سے کوئی تعلق نہیں کس طرح درست ہوسکتا ہے حالانکہ قرآن ہی تو روحانیت کا سمندر ہے۔

روحانیت کا معیار:

کیا آپ کو نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تواضع اور عبدیت کا کیا حال تھا؟ آپ کی عبادات کی کیا شان تھی، آپ صدقہ اور خیرات کرنے میں کس عظیم مقام پر فائز تھے، کیا آپ کو نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خلقِ خدا کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کا کیسا برتاؤ فرماتے تھے؟؟، یہی تو روحانیت تھی، روحانیت کوئی ایسی نرالی چیز نہیں جو آپ کی سمجھ میں نہ آسکے یا آپ نے شاید سمجھا ہے کہ تسبیح لیکر بیٹھ جاؤ اور بس......اللہ، اللہ...... ایک لاکھ دفعہ روزانہ پڑھا کرو اور دماغ میں کبر وفخر بھرا رہے۔ یہ روحانیت نہیں ہے۔

اللہ کے ذکر سے قلب کو قوت بھی حاصل ہوتی ہے، قلب کے اندر گداز اور نرمی بھی پیدا ہوتی ہے اور اللہ کے ذکر

سے انسان کے اندر اللہ کی محبت بھی پیدا ہوتی ہے، لیکن آپ جانتے ہیں کہ کوئی آدمی اگر ریا کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے! تو کیا اس کی نماز قبول ہے؟ نہیں! اگر کوئی آدمی صدقہ اور خیرات اس لئے کر رہا ہے کہ لوگ اس کی سخاوت کی داد دیا کریں تو کیا اس کا صدقہ قابل قبول ہے؟ یا اسی طرح بخاری شریف یا قرآن مجید پڑھا رہا ہے یا پڑھ رہا ہے یا تدریس کر رہا ہے اس لئے کہ لوگ کہیں کہ یہ کیسا اونچا عالم ہے تو کیا اس آدمی کی تعلیم و تعلّم عند اللہ مقبول ہے؟ نہیں! تو اسی طریقے سے اگر ایک آدمی اللہ، اللہ کر رہا ہے اور ذکرُ اللہ میں مشغول رہتا ہے لیکن وہ ذکر اس کے دل میں گداز نہیں پیدا کرتا، اس کے قلب میں اللہ کی محبت پیدا نہیں ہوتی، اللہ کی خشیت سے وہ خالی ہے، اس کے اعمال اور اخلاق کی اصلاح نہیں ہو رہی تو وہ ریا والی نماز کی طرح ذکر ہے، دکھاوے کے صدقے کی طرح اس کا انجام ہے، اور اسی طرح مشائخ کے ساتھ تعلق کا بھی یہی حال ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا اپنے شیخ کے ساتھ والہانہ تعلق:

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ ہمارے سلسلہ اکابر کی شان ہیں، آپ حضرت رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید ہیں اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذ ہیں اور شیخ الاسلام فنافی الاستاذ ہیں اور شیخ الہند بھی اسی طرح فنافی الشیخ ہیں۔

آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ جمعرات کو دیوبند سے پابندی کے ساتھ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے شیخ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں گنگوہ حاضری کے لئے روانہ ہوتے تھے اور پیدل چل کر پہنچتے تھے، اور فاصلہ کتنا تھا؟ تقریباً بائیس کوس! ایک کوس ڈیڑھ میل کا تھا (اور اب تو کلومیٹر ہیں تو میل، کلومیٹر سے زیادہ ہوتا ہے تو اس حساب سے کلومیٹرز زیادہ بنتے ہیں) دیوبند سے جمعرات کو سبق پڑھانے کے بعد گنگوہ روانہ ہوتے اپنے شیخ کے پاس اور پھر روانگی کا عالم کیا تھا؟

حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ سبق میں سنایا کہ ہم حضرت شیخ الہند کے یہاں سبق پڑھ رہے تھے، اتنے میں اطلاع آئی کہ دیوبند کے حجّاج حج سے واپس پہنچ رہے ہیں تو ان کے استقبال کے لئے حضرت نے سبق میں ریلوے اسٹیشن جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو حضرت مولانا اعزاز علی صاحب کا انداز بیان بڑا عجیب تھا۔ "مولوی صاحب پتہ ہے، حضرت پستہ قد تھے اور منحنی بدن کے تھے، دبلے پتلے، قد بھی چھوٹا اور جسم بھی مختصر" اور فرمانے لگے کہ جب حضرت نے اعلان کیا کہ اسٹیشن جانا ہے، سبق موقوف کیا تو طلباء کو شوق ہوا کہ استقبال میں ہم بھی شرکت کریں گے، (یہ وہ زمانہ ہے کہ طالب علموں کو حجاج کے استقبال کے لئے اپنے شیخ کی معیّت میں

جانے کا شوق تھا، استقبال حجاج ایک مستقل عمل ہے اور اپنے شیخ کی معیت میں اس طرح کہیں جانے کا موقع مل جائے تو عُشّاق کے لئے یہ بہت قیمتی چیز ہوتی ہے)

تو حضرت نے فرمایا:......مولوی صاحب آپ کو معلوم ہے کہ طلباء میں پنجاب اور سرحد کے توانا اور مضبوط دراز قد، چوڑے چکلے جوان بھی تھے اور حضرت جی چھوٹے سے قد کے دبلے پتلے، ہم لوگ جب حضرت کے ساتھ اسٹیشن جانے لگے تو رفتار کا عالم یہ تھا کہ ان مضبوط اور طاقتور طالب علموں کے سانس پھول گئے اور حضرت اس طرح چل رہے تھے کہ جس طرح ان کو چلنے میں کوئی تکلف ہی نہیں اور ہمارے سانس پھول گئے، حضرت کے ساتھ آرام سے چلنا ممکن نہیں رہا تھا، کئی پیچھے رہ جاتے تو بھاگ کر حضرت کا ساتھ پکڑتے، اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ جس شخص کی رفتار کا یہ عالم ہو تو دیوبند سے گنگوہ پیدل چلنا اس کے لئے کیا مشکل ہے؟ اور پھر ہمت تھی، عزم تھا۔

جمعہ کا دن حضرت گنگوہی کی خدمت میں گزرتا تھا، دیوبند سے تو سبق سے فارغ ہو کر چل دیا کرتے تھے لیکن گنگوہ سے جلدی جانے کا تقاضا نہیں ہوتا تھا، جب سارا دن ختم ہو جاتا تھا تو عشاء کی نماز کے بعد گنگوہ سے روانہ ہوتے تھے یا پھر تہجد کی نماز کے بعد روانہ ہو کر دیوبند میں سبق پڑھاتے تھے، آپ اندازہ لگائیے کہ ان حضرات نے کسی طرح روحانیت حاصل کی یہ سارے مجاہدے روحانیت حاصل کرنے ہی کے لئے تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی علمیت اور تواضع کی ایک مثال:

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ بخاری کے سبق میں اپنی رائے کا عجیب تواضع کے ساتھ ذکر کرتے تھے، ہم بخاری کے طلباء کو وہ سنایا کرتے ہیں کہ یہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے، یہ قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے۔ یہ ابن بطّال رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے، یہ ابن منیّر رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے اور یہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے ہے تمام اقوال اور توجیہات میں غور کرنے سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ وزنی رائے شیخ الہند کی ہے، لیکن وہ اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر فرماتے تھے؟" اور کچھ خیال میں یوں بھی آتا ہے" آپ دیکھ رہے ہیں کہ تواضع کا کیا عالم ہے، علم کی گہرائی تو یہ ہے کہ دوسروں کے مقابلے میں آپ کی رائے اور توجیہ وزنی ہے اور تواضع کا یہ عالم ہے کہ فرماتے ہیں کہ " کچھ خیال میں یوں بھی آتا ہے"۔

اپنے شیخ کی خدمت میں حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا استقلال:

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا روحانی سلسلہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ سے متعلق ہے انہوں نے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رہ کر جس انداز سے ان کا ساتھ دیا ہے وہ قابلِ

صد ستائش ہے، بچپن میں آ گئے تھے، اسکول میں والدین نے مڈل کی ساتویں جماعت چھڑوادی تھی، والد ماجد نے بڑے بھائی مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ دیوبند بھیج دیا تھا وہ مستقل داستانیں ہیں، حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ پر بھائی کی سختی بھی بہت تھی اور جناب کبھی کبھار بھائی کے ہاتھ سے مار پیٹ کی نوبت بھی آتی تھی، سبق حضرت شیخ الہند اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ خود پڑھاتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ شروع سے آ گئے وہیں پڑھا وہیں رہے اور پھر وہیں کے ہو رہے، مدینہ گئے وہاں برسہا برس درس دیا لیکن اپنے شیخ کے ساتھ وابستگی میں فرق نہیں آیا۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا سبق آموز واقعہ:

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مہمانوں کی کثرت ہوا کرتی تھی ان کے لئے مکان پر ایک ہی بیت الخلاء (جسے دن میں دو دفعہ صاف کرنے کی ضرورت پڑتی تھی) موجود تھا، اسی میں تمام مہمان جاتے تھے، اس بیت الخلاء میں پوری غلاظت جمع ہوتی تھی، صفائی کے لئے بھنگی آتا تھا اور وہ غلاظت اٹھا کر لے جاتا تھا لیکن حضرت کے یہاں مہمانوں کی آمد ورفت بہت زیادہ تھی تو بھنگی کا دن میں دو دفعہ آنا بھی کافی نہیں تھا، لیکن صورتحال یہ تھی کہ لوگ صبح کو اٹھ کر بیت الخلاء استعمال کرنے جاتے تھے تو وہ بالکل صاف! اس میں غلاظت کا نام ونشان نہیں یہ صورتحال وہاں کے حاضر ہونے والے احباب نے محسوس کی کہ یہ کون آتا ہے، بھنگی تو صبح سے پہلے نہیں آتا اور مہمانوں کی جو نوعیت ہے اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ بیت الخلاء صاف نہیں ہونا چاہئے، جب لوگوں نے اس بات کی تحقیق کی تو ان کو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ روزانہ رات کے ایک بجے اس بیت الخلاء کو صاف کرنے جاتے ہیں اور اس کی جتنی غلاظت ہوتی ہے اس کو بالٹی میں اٹھا کر جہاں بھنگی ڈالتے ہیں وہاں ڈال کر آتے ہیں اور بیت الخلاء صبح مہمانوں کو بالکل صاف ملتا ہے، اب آپ مجھے بتایئے کہ یہ خُلقِ عظیم ہوا یا نہیں ہوا؟ یہ بھی خدمتِ خلق ہوئی یا نہیں؟ اس میں بھی تواضع اور انکساری کا دخل ہے یا نہیں؟ اس میں للّٰہیت اور فنائیت کی شان پائی جارہی ہے یا نہیں اور یہی تو روحانیت ہے۔

ہمارا اخلاقی انحطاط:

اب تو جناب آپ کے پاس بیت الخلاء بھی ایسے ہیں کہ ڈبلیوسی اس میں لگی ہوئی ہے اگر اسے طریقے اور قاعدے سے استعمال کیا جائے تو پورے سال بھی صفائی کی ضرورت پیش نہ آئے لیکن حال یہ ہے کہ باہر کا آدمی جب اس کو دیکھتا ہے تو اس کو ہم سے نفرت ہو جاتی ہے۔

آخری بات:

ہمارے طالب علم بھی اگر اپنے اسلاف کا نمونہ بن جائیں جو مشکل بھی نہیں تو اللہ ان کو بھی دین میں وہ مقبولیت عطا فرمائے جو ان کے اسلاف کو ملی اور طالب علم کیا ہر مسلمان کو اچھے اخلاق کا نمونہ بننا چاہیئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری راہنمائی فرمائے اپنے فضل سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت اور وراثت کے لئے ہمارا جو چناؤ فرمایا ہے اس کا احساس کرنے اور اس کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میرے عزیز دوستو! اس سلسلے میں میری گفتگو ہرگز کافی نہیں ہوگی جب تک آپ خود غور نہیں کریں گے، خود اپنی خلوتوں میں اور سونے سے پہلے یا اپنی نمازوں کے بعد اپنی حالت پر غور فرمائیں گے تو معاملہ آسان ہو جائے گا اور اگر آپ نے غفلت کا طریقہ اختیار کیا تو میں نے آپ سے عرض کیا ہے کہ انحطاط مدارس میں بھی داخل ہو چکا ہے اور روزانہ بڑھ رہا ہے اور وہ خانقاہوں میں بھی آ گیا ہے اور وہاں کی نوعیت مدارس سے بالکل مختلف نہیں ہے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم و تب علينا انك انت التواب الرحيم و صلى الله تعالیٰ على خير خلقه محمد و آله و اصحابه اجمعين۔

(بقیہ: مولانا بدر الحسن قاسمی)

انہوں نے کتاب کی تالیف کے بعد طباعت کی دشواریوں اور اپنی بے سروسامانی کا بھی ذکر کیا ہے جس کے لیے مکہ مکرمہ کے نامور مالکی عالم شیخ حسن محمد المشاط کی طرف سے سخت ترغیب اور تقاضے کا ذکر کیا ہے اور جب شیخ سے اپنی بے سروسامانی کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: صالحین کے تجربات یہ بتلاتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر آدمی ان کی تدبیر کرنے لگے؛ تو اللہ رب العزت اسے آسان فرما دیتے ہیں: ایک نکاح، دوسرے حج، اور تیسرے تصنیف کردہ کتاب کی طباعت واشاعت۔

ان کی یہ بات سن کر خاص اس نیت سے طواف کیا اور ملتزم کے پاس خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر رب کائنات سے دعا کی کہ اے اللہ اگر اس کتاب میں خیر ہے اور اس کی اشاعت میں علم اور دین کا نفع ہے اور اس سے امت کو فائدہ پہنچنے والا ہے تو پھر تو ہی اس کی راہ آسان کرنے پر قادر ہے، میں تو قطعی ناتواں ہوں اور تو ہی اس کو جاننے والا اور غیب کا علم رکھنے والا ہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طباعت کی سبیل پیدا فرمادی اور شیخ حسن المشاط کی بات صحیح ثابت ہوئی۔ فالحمد لله على ذلك و بعزته تتم الصالحات۔

مدارس کا نظام اصلاح وتربیت اور نظم وضبط

منجانب: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

وفاق المدارس العربیہ پاکستان محض ایک امتحانی بورڈ ہی نہیں بلکہ دینی تعلیمات، اکابر کے مزاج ومسلک، اور علماء حق کی روایات کا محافظ وپاسبان بھی ہے۔ وفاق المدارس العربیہ نے جہاں دینی مدارس کو نصاب تعلیم دیا وہیں ایک مستحکم نظام تعلیم بھی فراہم کیا ہے، جو تعلیم، تربیت، تزکیہ نفس اور تعمیرِ شخصیت جیسی اکائیوں پر مشتمل ہے؛ اور جسے اپنا کر دینی مدارس کی اصل روح برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ زیرِ نظر مقالہ اسی نوعیت کا حامل ہے جس میں اکابر وفاق کے سالہا سال تجربات ومشاہدات کا نچوڑ شامل ہے۔ اہل مدارس کو اس مقالے کی روشنی میں اپنے مدارس کے داخلی نظم کا ضرور جائزہ لینا چاہیے ،اور جہاں کہیں مفید تبدیلی کی ضرورت محسوس ہو؛ اسے روبہ عمل لانے کی کوشش کرنا چاہیے............(ادارہ)

عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کی نگرانی

تمام اساتذہ تعلیم وتدریس کے اثناء میں اس امر کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ شرکاءِ درس طلبہ میں اہل حق کا مخصوص مزاج پیدا ہو، وضع قطع شرعی اور نماز وغیرہ، شعائر دین کی پابندی کا خاص طور پر اہتمام کیا جائے۔

توضیح

علم محض مطلوب نہیں، حضور علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ”اللهم انی اعوذ بك من علم لاينفع“ قرآن کریم نے بھی تزکیہ کو تعلیم پر مقدم رکھا ہے ویزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة..... اس لیے مہتممین ومدرسین کا فرض ہے کہ وہ طلبہ کے عقائد واعمال کی اصلاح اور صحیح انداز سے ذہنی نشو ونماء میں ذرہ برابر کوتاہی یا چشم پوشی اختیار نہ کریں۔ مختلف طریقوں اور تدبیروں سے اپنے طلبہ اور تلامذہ کے رجحانات، عقائد وافکار اور ذہنیت سے واقف ہوں اور احسن طریقے پر ان کی اصلاح کریں، اسی طرح ان کے اخلاق وعادات اور اعمال وافعال کی سختی کے ساتھ نگرانی کریں اور اخلاق حسنہ، اعمال صالحہ اور صورت وسیرت کے لحاظ سے صلحاءِ امت اور اپنے اکابر کے اسوۂ حسنہ کا پابند کریں۔

ہر مدرسہ میں جس کے استاذ یا مہتمم کے ساتھ طلبہ کو سب سے زیادہ عقیدت ہو، وہ ہر ہفتہ یا ہر مہینہ کسی نہ کسی وقت تمام طلبہ کو جمع کر کے صلاح وتقوی، اتباع سنت اور اخلاقِ حسنہ، اعمالِ صالحہ اور شعائرِ دین کی پابندی کی تلقین کریں، اس لیے کہ تکرارِ موعظت، تزکیہ اخلاق واعمال میں بے حد موثر اور مفید ہے، اسی طرح دیگر اساتذہ بھی موقع بموقع، درس میں طلبہ پر واضح کرتے رہیں کہ تحصیل علم اور خدمت دین کا فریضہ صرف اس سے ادا نہیں ہو جاتا کہ محنت کے ساتھ کتابیں پڑھ لیں اور امتحان میں کامیاب ہو گئے، بلکہ علم و عمل اور صورت کے اعتبار سے خود کو متبع سنت بنانا اور اس کے بعد اپنے تقوی اور پرہیزگاری سے عوام الناس کی اصلاح کرنا اور ان کو دیندار بنانا اصل خدمت دین اور حاصلِ علم ہے۔ اسی مقصد کے پیش نظر وفاق نے اساتذہ اور ارباب اختیار پر مذکورہ بالا پابندی عائد کی ہے۔

طالب علم کا نصاب اصلاح وتربیت

تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت ایک لازم امر ہے، اسی تلازم کی وجہ سے تعلیم کا نام زبان پر آتے ہی ''تربیت'' کا لفظ بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے۔ جس طرح الفاظ میں تعلیم اور تربیت ساتھ ساتھ رہتے ہیں، بالکل اسی طرح نفس الامر اور خارج میں بھی ان کی معیت ضروری ہے۔ ارباب مدارس نے روز اول سے اپنے عمل سے ثابت کیا ہے کہ تربیت تعلیم کا لازمہ ہے۔ تربیت کے بغیر تعلیم اور تعلیم کے بغیر تربیت کی سعی بے ثمر رہتی ہے، اس لیے پوری دنیا میں پھیلے مدارس میں ان کی اہمیت یکساں طور پر محسوس کی جارہی ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ جس دینی ادارے کے نظام و نصاب کا مطالعہ کریں گے تو اس میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی اچھا خاصا مواد آپ کو نظر آئے گا۔ اپنے حالات، ماحول اور نظریے کے مطابق تمام دینی اداروں میں تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

اس حوالہ سے درج ذیل باتوں کو عمل میں لایا جائے:

(۱)...... ہفتہ میں ایک دن اصلاحی بیان کے لیے مختص کیا جائے جس میں سب طلبہ کی شرکت لازم ہو۔

(۲)......روزانہ کسی نماز کے بعد پانچ منٹ ملفوظات یا فضائل کی کسی کتاب سے تعلیم کا اہتمام ہو۔

(۳)......وقتاً فوقتاً آس پاس سے بزرگان دین ومشائخ کرام کو اصلاح بیان کے لیے مدعو کیا جائے۔

(۴)......اساتذہ کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ اسباق پڑھاتے وقت دو چار منٹ کسی موضوع پر اصلاحی گفتگو بھی کیا کریں۔

(۵)......طلبہ میں اخلاق وکردار یا عمل کے لحاظ سے جو کمزوری محسوس کی جائے اس کے تدارک کے لیے فوری طور پر اساتذۂ کرام کی مشاورت ہو۔ نظر انداز نہ کیا جائے۔

(۶)......شریعت مطہرہ میں نماز کی فرضیت اور اس کی اہمیت کسی سے مخفی نہیں۔ خصوصاً ایک طالب علم کے لیے مدرسے کی چار دیواری میں رہتے ہوئے باجماعت نماز پڑھنے کا اہتمام انتہائی ضروری ہے۔ خدانخواستہ اگر کوئی طالب علم نماز میں سستی اور لاپرواہی کرے گا تو دیگر امور میں اس سے کوتاہی عین ممکن ہے، اسی لیے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: ''ان اھم امورکم عندی الصلاۃ ، فمن حفظھا ، و حافظ علیھا حفظ دینہ ، ومن ضیعھا فھو لما سواھا اضیع '' نمازوں کا اہتمام سب سے اہم ہے۔ اس لیے طلبہ کرام کے نماز باجماعت میں شرکت پر کڑی نگرانی ہو۔ یہ کسی صورت متاثر نہ ہونے پائے۔ مناسب ہے کہ اس کے لیے ایک مستقل شعبہ، استاذ کی نگرانی میں قائم ہو جس کی درج ذیل ذمہ داریاں ہوں:

☆...... طلبۂ کرام کو نماز فجر کے لیے نماز سے آدھا گھنٹہ پہلے اور نماز ظہر سے ۲۰ منٹ پہلے جگانے کا اہتمام کرنا، تا کہ تمام طلبہ باجماعت نماز میں شریک ہوں۔

☆......صف بندی کے اہتمام کے لیے کلاسوں میں ترغیب۔

☆......صف بندی کے فضائل پر مرتب پلے کارڈ آویزاں کرنا۔

☆......نماز کے دوران جن آداب کی رعایت ضروری ہے ان کو پینا فلیکس پر پرنٹ کر کے آویزاں کرنا۔

☆......نماز کے دوران بجلی نہ ہونے کی صورت میں مکبّرین کا اہتمام کرنا۔

طلبۂ حفظ کی تربیت تعلیمی اور اخلاقی کمزوریوں کے ازالے کا طریقۂ کار

عصر حاضر میں وقت کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ تعلیم وتربیت کا طریقہ کار یکسر تبدیل ہو چکا ہے، چنانچہ آج کل عصری تعلیمی اداروں میں طلبہ کی بہتر تعمیر کے دوران مار پیٹ اور سخت لہجے کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے او معاشرے کے افراد اپنے بچوں کی تعلیمی سلسلے کے دوران استاذ اور ادارے کی جانب سے سخت رویے اور انتہا پسندی قرار دیتے ہیں، اور ان کو موجب لعن وطعن ٹھہراتے ہیں، اس لیے ایسے حالات میں ضروری ہوگا کہ دینی مدارس کی انتظامیہ، طلبہ کے تعلیمی سفر میں ایسا موثر طریقۂ کار وضع کرے جس سے طالب علم اپنے ذاتی شوق اور دلچسپی کے ساتھ تعلیمی سلسلے کی تکمیل کر سکے اور اس دوران اس پر مار پیٹ کے بجائے استاذ اور ادارے کی جانب سے مثبت رویوں کا اثر غالب رہے وہ صرف ڈنڈے کے زور پر پڑھائی کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ان کی جملہ سرگرمیوں میں ذاتی رجحان ہو، دوران تعلیم صرف مار پیٹ پر انحصار ایسے منفی رویوں پر منتج ہوتا ہے جس کا ازالہ پھر ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے، طالب علم بسا اوقات زیادہ مار کے باعث ایسے مزاج کا مالک بن جاتا ہے کہ بغیر پٹائی وہ کسی کام کی طرف متوجہ نہیں رہتا ہے، بعض

حالات میں یہی سخت رویہ کسی بھی مقصد کے حصول میں ایک ناکام وسیلہ ثابت ہوتا ہے اور بسا اوقات اسی رویے میں تسلسل طالب علم کو استاذ کے خلاف بغاوت پر مجبور کر دیتا ہے اور انجام کار وہ تعلیمی سفر کو خیر باد کہہ دیتا ہے، یہ طریقہ ایک گونہ شریعت کی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتا، چنانچہ قرآن مجید میں جہاں کہیں میاں کو تادیباً بیوی کو پیٹنے کی اجازت ہے تو وہ تیسرے درجے میں ہے جس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اسمیں عجلت مستحسن عمل نہیں ہے اور خود ہمارے معاشرے میں بھی اس اجازت کے باوجود میاں صاحب عموماً اس کے متبادل ذرائع پر سوچنے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاں باپ کو بیٹے کی تادیبی کارروائی میں مارنے کی صریح اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ ایک باپ سے عموماً تعذیب یا تعزیر اور نہایت سختی کے جذبات متوقع نہیں ہیں بلکہ وہ اس تادیب کو حدود و قیود میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے، جہاں تک ایک استاذ کا تعلق ہے تو غالب احوال میں یہی خطرہ ہے کہ شاید وہ غصے کی حالت میں اپنے جذبات پر کنٹرول نہ کر سکے اور اسی تادیب کو تعذیب بنا دے جس کے منفی اثرات پھر زیادہ گہرے ہوتے ہیں، اس لیے سدّاللذرائع اس پر پابندی استاذ، طالب علم اور ادارہ کے لیے بہتر ہوگی مگر پابندی کا یہ راز اساتذہ کے درمیان ہی رہے غیر محسوس طریقے سے یہ نسخہ استعمال کریں تاکہ طلبہ اس سے غلط فائدہ نہ اٹھائیں اور مزید بگاڑ کی طرف مائل نہ ہوں۔

ہمیں اس بات کا بھی احساس ہے کہ دورانِ تعلیم، طالب علم غالب احوال میں اپنے انجام سے بے خبر ہو کر تعلیمی اور بداخلاقی کمزوریوں کا شکار رہتا ہے جس کا ازالہ اور سد باب بھی ضروری امر ہے، اس لیے استاذ کے لیے ضروری ہے کہ وہ طالب علم کی بہتر تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کی تربیت پر بھی توجہ دیں اور جہاں کہیں تادیب کی ضرورت ہو تو وہ تادیبی کارروائی کو مار پیٹ تک محدود نہ رکھے بلکہ شخص، جرم اور موقع محل پہچان کر دیگر موثر اقدامات بھی کریں، جن سے اگر ایک طرف مطلوب ہدف حاصل ہو تو دوسری طرف طالب علم کے دل میں استاذ کی محبت پیدا ہو اور وہ ان کو اپنا محسن سمجھ کر ان کی ہر آواز پر لبیک کہنے کی کوشش کرے۔

متبادل اقدامات سے پہلے ضروری ہوگا کہ پہلے ان جرائم کا تعین کیا جائے جو دوران تعلیم کثیر الوقوع ہیں اور پھر اس کے حوالے سے مناسب سزا کا تعین کیا جائے چنانچہ جرائم کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) تعلیمی کمزوری

☆......سبق مقرر وقت میں نہ سنانا ☆......سبقی اور منزل کی طرف توجہ نہ کرنا ☆......درس گاہ میں سبق کے دوران

دھیان نہ کرنا۔

(۲) ضابطے کی پابندی نہ کرنا

☆......مدرسے میں حاضر رہنے کے باوجود مقرر وقت پر کلاس میں نہ آنا ☆......ہفتہ وار چھٹی میں گھر جا کر تاخیر سے آنا ☆......قواعد وضوابط کی تعمیل کا اہتمام نہ کرنا

(۳) برے رویوں کا مرتکب ہونا

☆......ماحول بگاڑنا ☆......گستاخانہ رویے اور گالی گلوچ کا ارتکاب کرنا ☆......مدرسے کی اشیاء کو نقصان پہنچانا

اس کے لیے متبادل تادیبی کارروائی کا تعین حسب ذیل ہے:

(۱) جسمانی تادیبی کارروائی

☆......محدود وقت کے لیے کھڑا کرنا ☆......اٹھک بیٹھک کرانا ☆...... محدود وقت کے لیے ہاتھ اٹھوا کر پھیلانا ☆......محدود وقت کے لیے ایک پاؤں پر کھڑا ہونا ☆......فراگ جمپنگ کروانا ☆...... بیگار (مطبخ یا باغیچے میں خدمت لینا) ☆......مسجد یا دارالاقامہ کے اردگرد چکر لگوانا

(۲) نفسیاتی تادیبی کارروائی

☆......ساتھیوں کے سامنے اقرار جرم اور معافی منگوانا ☆......کھیل کود میں حصہ لینے پر پابندی لگانا

☆......تفریح کے اوقات/ہفتہ وار چھٹی کو منسوخ کرنا

(۳) تربیتی تادیبی کارروائی

☆......نصیحت کرنا ☆......ساتھیوں کو اس سے بات چیت کرنے سے منع کرنا ☆......نوافل پڑھوانا/استغفار کی ایک مناسب مقدار کا پابند کرنا ☆......نوافل میں منزل پڑھوانا ☆......منزل کی مقدار کو زیادہ کرنا

مگر ان تمام کارروائیوں کے ساتھ ساتھ سب سے اکسیر نسخہ یہ ہے کہ خود استاذ محترم رات کو دو رکعت پڑھ کر بارگاہ الٰہی سے اپنے تلامذہ کے علم وعمل کی ترقی اور بہتر مستقبل کے لیے گڑگڑا کر روئے اور خدا تعالیٰ سے ان کے لیے اپنے بچوں جیسا مقدر مانگے۔ چنانچہ استاذ القراء حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ اس استاذ کو اپنے شاگرد کو مارنے کا کوئی حق نہیں جو رات کے اندھیرے میں اس کے لیے رب العالمین سے مانگنے کا اہتمام نہ کرے۔ ان تمام مراحل کے بعد بھی اگر کوئی بدقسمتی سے راہ راست پر نہیں آتا تو ارباب مدرسہ اس کے

متعلق حتمی کارروائی کے لیے کوئی اور لائحہ عمل تجویز کریں۔

مدرسہ......ایک تربیت گاہ

شروع میں بچہ کے لیے ماں کی گود اور باپ کی توجہات اولین تربیت گاہ ہوتی ہیں، دوسرے مرحلہ میں تعلیمی مراکز اہم تربیت گاہ ہوتے ہیں، اس اعتبار سے مدارس دینیہ کی ذمہ داری دوہری ہے، اس لیے کہ وہ علوم نبوت کے امین ہیں، ان کا کام صرف تعلیم سے آراستہ کرنا نہیں بلکہ عملاً دیندار بنانا بھی ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے مدارس میں کافی کمی پائی جاتی ہے کہ تعلیم کی طرف تو خاصی حد تک توجہ ہے لیکن تربیت کے میدان میں پیش رفت میں بہت کمی ہے، موٹی سی بات ہے کہ اگر صرف تعلیم مقصود ہوتی تو صرف آسمانی کتب وصحائف اور قرآن کریم کے نازل کرنے پر اکتفاء کیا جاسکتا تھا، حق تعالیٰ شانہ نے کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کا سلسلہ جاری فرمایا۔

یہاں ایک اور بات قابل توجہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا'' انما بعثت معلما'' (مشکاۃ المصابیح ج اص ۶۸) اور باری تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان بیان فرمائی'' و انك لعلىٰ خلق عظيم ''(سورۃ القلم آیت ۴) چنانچہ تربیت کی نسبت سے اس کی سب سے زیادہ اہمیت ہے کہ معلم اخلاق حسنہ سے خود آراستہ ہو اور تلامذہ کے سامنے بہترین نمونہ اور عملی پیکر ہو، مزید ارشاد ہے'' لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الآخر'' (سورۃ الاحزاب آیت ۲۱)۔

جیسا کہ تحریر کیا گیا ہے کہ بچے کی ابتدائی تربیت کا مرحلہ والدین کے پاس طے ہوتا ہے، ثانیاً استاذ کی ضرورت ہوتی ہے، یہ مرحلہ مدرسہ اور تعلیم گاہ میں طے ہوتا ہے۔

اصحاب مدارس اور اساتذۂ کرام کی کوشش ہونی چاہیے کہ ہمدردی، خیر خواہی اور شفقت کے ساتھ آنے والے طالب علم کی تربیت کا روز اول سے آغاز کریں۔

ادارہ اپنے اور طالب علم کی مصالح کے مطابق مختلف قواعد وضوابط لاگو کرنے کے ساتھ تکمیل داخلہ کے مرحلہ میں درج ذیل عہد بھی لے۔

عہد نامہ از طالب علم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں صدق دل سے عہد کرتا ہوں کہ:......تمام احکام شرعیہ کا پابند رہوں گا......نماز ہمیشہ جماعت کے ساتھ اداء کروں گا......اتباع سنت کا اہتمام کروں گا......اپنی وضع قطع علماء وصلحاء کے مطابق رکھوں گا......غیر تعلیمی اور

لایعنی مشاغل میں اپنا وقت ضائع نہ کروں گا۔ مدرسہ کے قواعد وضوابط کی پابندی کروں گا۔

افعال ظاہرہ اور افعال باطنہ میں تربیت کی ضرورت

افعال ظاہرہ اور افعال باطنہ دونوں کی نسبت سے تربیت کی ضرورت ہے، افعال واعمال ظاہرہ ہوں یا باطنہ اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی، اچھے مطلوب ہوتے ہیں اور برے اعمال سے بچنا ضروری ہوتا ہے۔ طالب علم کے لیے ان کو جاننا بھی ضروری ہے تا کہ اچھے اعمال کی کوشش کر سکے اور برے اعمال سے بچنے کی فکر کرے۔

اعمال ظاہرہ حسنہ کی مختصر فہرست

* ☆......عبادات (نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج) ☆......ذکر وتلاوت ☆......دعاء ☆......اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ☆......صدق ☆......صلہ رحمی ☆......اداء امانت ☆......کار خیر میں اعانت ☆......حسن معاملہ ☆......انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ۔ مختصر یہ کہ اداءِ حقوق خالق واداءِ حقوق مخلوق

چند اعمال ظاہرہ سیّئہ

* ☆......جھوٹ ☆......غیبت ☆...... گالی گلوچ ☆...... لعن طعن/چغل خوری ☆...... استہزاء اور تمسخر ☆......اسراف ☆...... بخل وغیرہ

افعال ظاہرہ سے متعلق چند اہم عنوانات

☆......وضو، غسل اور مسجد سے متعلق اہم تربیتی باتیں ☆......تحصیل علم سے متعلق تربیتی باتیں ☆......درسگاہ کے آداب اور حقوق ☆......دار المطالعہ (لائبیریری) کے آداب وحقوق ☆......دار الاقامہ (ہاسٹل) سے متعلق ہدایات ☆...... مطعم ومطبخ سے متعلق تربیتی امور ☆......کھیلوں سے متعلق تربیتی ہدایات ☆......تعطیلات سے متعلق مفید تربیتی باتیں

وضو اور نماز سے متعلق چند تربیتی باتیں

☆...... بہتر ہے اپنے ٹھکانے سے وضوء کر کے مسجد آئیں۔

☆......کسی بھی جگہ وضوء کریں پانی کے اسراف سے بچیں۔

☆......وضوء کے دوران دنیاوی باتیں نہ کریں۔

☆......مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت مسنون دعاء پڑھنا، اسی طرح صبح سے رات تک تمام مراحل

میں مسنون دعاؤں اہتمام جو بہت ہی باعث خیر وبرکت ہے۔

☆......صفوں کو سیدھا رکھنے کا اہتمام کہ درمیان میں خلا نہ ہو، آگے پیچھے نہ ہوں اور صف صرف درمیان سے شروع کی جائے۔

☆......مرور امام المصلی سے بچنے کا اہتمام۔

☆......سنن ونوافل، راستوں سے ہٹ کر یُسرہ کے قریب اداء کرنا۔

☆......مسجد میں شور وغل اور دنیوی باتوں سے احتراز کرنا۔

☆......مسجد کے ساز وسامان کو نقصان اور ضائع ہونے سے بچانا۔

☆......نمازی کے آگے سے گزرنے سے بچنا۔

تحصیل علم کے آداب اور اس سے متعلقہ تربیتی باتیں

☆......اسباق میں حاضری کی پابندی، غیر حاضری اور عذر معقول کے بغیر رخصت سے بچنا۔

☆......سبق کے لیے مقررہ وقت پر استاذ محترم کی آمد پر حاضری۔

☆......ساتھیوں کے ساتھ حسن اخلاق اور خندہ پیشانی سے پیش آنا اور ان کی ایذاء رسانی سے بچنا۔

☆......استاذ کا ہر طرح سے احترام واکرام اور اسی طرح تمام آلات علم کے احترام کو ملحوظ رکھنا۔

☆......اسباق میں باوضوء رہنے کی کوشش۔☆......سبق غور سے سننا۔☆......سبق سے پہلے مطالعہ اور سبق کے بعد تکرار کا اہتمام، ضرورت مطالعہ کی بھی ہے اور تکرار کی بھی ہے، شروع درجات میں تکرار اور اجراء جبکہ اوپر کے درجات میں مطالعہ کی اہمیت زیادہ ہے، کسی بھی دور میں ان دو سے استغناء نہیں۔

☆......استاذ سے صحیح سوال کی بڑی اہمیت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے" حسن السؤال نصف العلم "(مشکوۃ المصابیح ج۲ص۴۲۷)، ساتھی کا سوال اور استاذ کا جواب دونوں قابل توجہ ہیں۔

☆......استاذ کی تنبیہات کو خندہ پیشانی اور اس کی جھڑکیوں کو بشاشت سے قبول کرنا چاہیے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: العلم عزّ لا ذل فيه و يحصل بالذل لا عزّ فيه۔ اس میں کچھ بھی ذلت نہیں لیکن حاصل ہوتا ہے ذلت سے، اس میں کوئی عزت نہیں۔

☆......طالب علم کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ہمہ تن تحصیل علم کے لیے وقف کر کے اس قول زریں کو ملحوظ رکھے۔

☆......طالب علم کے لیے یہ بات باعث شکر ہے کہ والدین نے جوانی اور قوت کے زمانے میں انہیں علم وعمل سے آراستہ ہونے کے لیے فارغ کردیا۔ ورنہ اس زمانے میں وہ جوان اولاد سے فائدہ اٹھا کر اپنی دنیا آباد کر سکتے تھے، لیکن انہوں نے بچوں کی بھلائی اور آخرت کی کامیابی کو ملحوظ رکھا۔

☆......استاذ ومعلم کو چاہیے کہ وہ طلبہ کے اندر علم کا ذوق وشوق، عمل کا جذبہ اور خود اعتمادی پیدا ہونے کے لیے کوشاں رہے اور طالب علم کی عزت نفس مجروح نہ ہونے دے۔

درسگاہ کے آداب وحقوق اور اس سے متعلق تربیتی باتیں

درسگاہ کا احترام ضروری ہے، باری تعالیٰ کے فرمان ''فاخلع نعليك انك بالواد المقدس طوى '' (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲) سے ہمیں یہ رہنمائی حاصل ہو رہی ہے کہ مقام مقدس قابل احترام ہے۔ درسگاہ کئی لحاظ سے قابل توجہ ہے:

(1)...... صفائی ستھرائی......درسگاہ کی یومیہ صفائی بھی ہونی چاہیے، اس کے لیے متعلقہ درجہ کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں بنادی جائیں، مخصوص ایام میں ان کی باری آئے۔ درسگاہ کی مہینہ میں ایک دو مرتبہ اجتماعی صفائی بھی ضروری ہے، جو زیادہ تفصیل اور اہتمام سے ہونی چاہیے۔

(2)......درسگاہ کی اشیاء تپائیوں، ڈیسکوں، کتابوں اور کاپیوں وغیرہ کو ترتیب سے رکھنا۔

(3)......درسگاہ کی چیزوں کی حفاظت اور نقصان سے بچانے کا اہتمام ضروری ہے۔

(4)......جوتوں کو ترتیب سے رکھنا، گنجائش ہو تو ایسے ریک بنائے جائیں جن میں ایک ایک جوڑے کے لیے الگ الگ خانے ہوں، ہر خانے پر نمبر ڈال دیے جائیں، اس طرح ہر خانہ کسی نہ کسی طالب علم کے لیے مخصوص ہو جائے گا۔

(5)......رجسٹر حاضری محفوظ ہاتھوں میں ہونا چاہیے، اس طرح اس کے مندرجات کے تحفظ کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔

لائبریری سے استفادہ کے آداب وحقوق

لائبریری طالب علم کی علمی وفکری رہنمائی اور ان کی نشو ونما کا اہم ذریعہ ہے، اس کے آداب وحقوق کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس سے استفادہ کے وقت درج ذیل امور کا خیال رکھیں:

☆...... دار المطالعہ کے قواعد وضوابط پر عمل کرنے کا اہتمام کریں۔

☆...... لائبریری میں داخل ہوتے وقت موبائل فون بند کریں۔

☆...... مطالعہ کے دوران خاموش رہیں، بات چیت اور شور وغل سے احتراز ضروری ہے تا کہ آپ خود بھی صحیح استفادہ کر سکیں اور دوسروں کے مطالعہ میں بھی خلل نہ پڑے، اگر بات بہت ہی ضروری ہو تو اختصار اور آہستگی اختیار کی جائے، تحریر اور اشارہ سے بھی مدد لی جا سکتی ہے۔

☆...... برائے مطالعہ لی جانے والی کتاب کی حفاظت اور اس کو ہر قسم کے نقصان سے بچانا ضروری ہے، نشان لگانے کے لیے کتاب کا ورق نہ موڑیں، نہ کوئی چیز کتاب کے اندر رکھیں، اسی طرح کتاب پر ٹیک لگانے، لکھنے یا نشان لگانے سے احتراز کریں۔

☆......لائبریری میں اگر کیٹلاگ سسٹم (یعنی موضوعات پر، حروف تہجی کے اعتبار سے کتابوں کے ناموں پر یا مخصوص مصنفین کی کتابوں پر سہل اور آسان رہنمائی کا نظام) ہو تو اس سے استفادہ کرنا چاہیے، اس لیے کہ اس طریقے سے تھوڑے وقت میں کام زیادہ ہو جاتا ہے۔

☆......کیٹلاگ سسٹم سے فائدہ اٹھانے کے صورت میں اس سے متعلقہ چیزوں کے استعمال میں احتیاط سے کام لیں۔

☆...... مطالعہ کے لیے مخصوص جگہوں میں بیٹھیں۔

☆......لائبریری کی صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں۔

☆......مطالعہ سے فارغ ہو کر کتاب کو مقرر جگہ پر رکھیں۔

دارالاقامہ سے متعلق تربیتی باتیں

معیاری دارالاقامہ طالب علم کے لیے بہترین تربیت گاہ ہوتا ہے۔ وہاں طلبہ کی آرام و راحت کا خیال رکھنے کے ساتھ ان کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنے کی اور اخلاق رذیلہ سے بچانے کی فکر کی جاتی ہے۔ تعلیم و تربیت کے مرحلے میں درج ذیل باتوں کی عادت ڈالی جانی چاہیے۔

☆...... پاکی اور طہارت ☆...... نماز با جماعت کی پابندی اور یومیہ تلاوت قرآن کریم کا اہتمام

☆...... اتباع سنت کا اہتمام ☆......صفائی ستھرائی

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے) ''ان اللّٰہ نظیف یحب النظافۃ'' کمروں کی......کچن کی ......کپڑے دھونے کی جگہوں کی......راہداریوں کی......وضوء خانوں......غسل خانوں اور بیت الخلاء کی......استعمالی اور برتنے کی چیزوں کی مثلاً کپڑوں، برتنوں، بستر وغیرہ کی۔

☆......ساتھیوں کی خیر خواہی اور ان کے ساتھ حسن سلوک ☆......معاملات کی صفائی ☆......وقت کی قدر دانی ☆......غیر تعلیمی سرگرمیوں سے اجتناب ☆......عشاء کے بعد تکرار و مطالعہ اور ضروری واجبات سے فارغ ہو کر امکانی طور پر جلد سونا اور سویرے اٹھنا۔☆...... دار الاقامہ کے قواعد وضوابط کی پابندی ☆...... پانی، بجلی وغیرہ کے استعمال میں اسراف سے بچنا وغیرہ ☆......دار الاقامہ کی عمارت اور چیزوں کی حفاظت

چند برے اخلاق جن سے بچنا ضروری ہے

* لڑائی جھگڑا * جھوٹ بولنا یا غیبت کرنا * وعدہ خلافی کرنا وغیرہ * بے ریش لڑکوں کے ساتھ اختلاط * شور وغل یا کسی اور طریقے سے ساتھیوں کے آرام میں خلل انداز ہونا * مہمان کے ضروری اکرام کے بعد وقت کا ضیاع * بغیر اجازت دوسرں کی چیز استعمال کرنا یا اسے اپنی جگہ پر نہ رکھنا * مستعار چیز واپس نہ کرنا یا اس کی واپسی میں غیر ضروری تاخیر کرنا۔

مطعم و مطبخ سے متعلق تربیتی امور

کھانا سنت کے مطابق کھایئے، فرشی نشست ہو تو مناسب جگہ پر دستر خواں بچھا لیجیے سب سے پہلے ہاتھ دھو لیجئے ’’بسم الله و بركة الله ‘‘پڑھ کر کھانا شروع کریں اگر بھول ہو جائے تو دعاء ’’بسم الله اوله و آخره ‘‘ پڑھی جائے، کھانے سے فراغت کے بعد ’’الحمد لله الذی اطعمنا و سقانا و جعلنا مسلمین ‘‘ یا کوئی اور مسنون دعاء پڑھی جائے، اگر کسی دعوت کا انتظام ہو تو داعی کو بھی دعاء دی جائے یعنی ’’اللهم اطعم من اطعمنی واسق من سقانی ‘‘ یا کوئی اور مسنون دعاء۔

مدارس میں طلبہ، کھانا مطبخ سے لے جا کر اپنی ترتیب سے کھاتے ہیں اور کہیں مطعم میں باقاعدہ بٹھا کر کھانا کھلایا جاتا ہے، جو بھی طریقہ ہو اس کے مناسب حال آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

مطبخ سے کھانا لے جانے کی صورت میں صاف برتن میں احتیاط کے ساتھ کھانا لے جایا جائے کہ گرنے کا اندیشہ نہ ہو، روٹیاں دستر خواں یا کسی چیز میں لپیٹ کر لے جائی جائیں، کمرہ میں ایسا نظم قائم کیا جائے کہ کھانا ضائع نہ ہو، نہ کھانے کی جگہ گندی ہو، بچے ہوئے رزق کا صحیح استعمال ممکن ہو تو استعمال کیا جائے، مثلاً کسی مسکین کو دیدیا جائے اور ’’یطعمون الطعام علی حبه مسکینا و یتیما و اسیرا ‘‘(سورۃ الانسان آیت ۸) پر عمل پیرا ہو جائے، پلیٹ وغیرہ کو انگلیوں سے چاٹ کر صاف کر لیا جائے تاکہ رزق کی بھی قدر دانی ہو، سنت پر بھی عمل ہو جائے، برتن دھونا بھی

آسان ہو جائے، آخر میں ہاتھ دھونے کا اہتمام اور انہیں خشک کیا جائے۔ برتنوں کے دھونے میں غیر ضروری تاخیر سے بچا جائے، برتن دھوتے وقت اس کا خیال رکھا جائے کہ مستعمل سالن کی چکنائی، چھیچھڑے، ہڈیاں، اسی طرح چائے کی پتی وغیرہ پانی کی نالی یا سنک میں نہ پڑیں بلکہ اس کے لیے ڈسٹ بن یا مخصوص ڈبہ وغیرہ استعمال کیا جائے۔

مطعم میں کھانا کھانے کی صورت میں بھی کھانے کے عمومی آداب کو ملحوظ رکھا جائے، اپنے برتن میں شروع میں کھانا کم نکالیں بعد میں ضرورت ہو تو بقدر ضرورت مزید لے لیں، مناسب یہ ہے کہ روٹی کے چار ٹکڑے کر لیے جائیں ورنہ دو ٹکڑے کر لیے جائیں تاکہ ضائع ہونے سے حفاظت ہو، کھانے پینے کی کوئی چیز محدود مقدار میں ہو تو ساتھیوں کے حقوق کا بھی خیال رکھا جائے، فراغت کے بعد اپنی نشست، دسترخوان یا میز وغیرہ کی صفائی کا اہتمام کیا جائے۔ کھانے کی تقسیم ہو یا مطعم میں کھلائے جانے کے دوران منتظمین سے الجھنے، شور کرنے اور آپس میں لڑنے جھگڑنے سے بچا جائے، آنے جانے میں بدنظمی سے احتراز ضروری ہے، جہاں لائن بنانے کی ضرورت ہو لائن بنائی جائے۔ و باللہ التوفیق!

کھیلوں سے متعلق ہدایات

☆...... کھیل ایسا ہونا چاہیے جو صحت کے لیے مفید ہو اور اس میں جسمانی ورزش ہوتی ہو، اس لیے کہ مقصود ایسے نشاط کا حصول ہے، جو نیکی اور خیر کے کاموں میں مددگار رہے۔

☆...... کھیل ان مقامات میں ہونا چاہیے جن کے بارے میں ذمہ داران مدرسہ نے اجازت دی ہو۔

☆...... کھیل کا لباس خلاف شرع نہ ہو، بھاگ دوڑ کے کھیلوں میں کوشش کی جائے کہ خود کو اور ساتھی کو کوئی چوٹ نہ لگے۔ اس مقصد کے لیے معاون چیزوں کے استعمال میں حرج نہیں، مثلاً جوتے وغیرہ

☆...... ایامِ تعلیم میں عصر و مغرب کے درمیانی وقت کے علاوہ کھیل کی اجازت نہ ہونی چاہیے۔

☆...... کھیل اذان مغرب سے اتنا پہلے بند ہو جانا چاہیے کہ نماز مغرب آسانی سے باجماعت ادا کی جا سکے۔

تعطیلات سے متعلق تربیتی ہدایات

ایام تعطیلات بالخصوص سالانہ تعطیلات کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ سالانہ تعطیلات کو طلبہ دو طریقے سے

استعمال کرتے ہیں۔بعض ان تعطیلات کو اپنے گھروں میں گزارنا پسند کرتے ہیں۔

ایسے طلبہ کے لیے مناسب ہے کہ وہ اس زمانہ کو مخدوم بن کرنہیں خادم بن کر گزاریں بالخصوص والدین اور اپنے بڑوں کی خدمت کو سعادت سمجھیں، گھروں میں رہ کر جو وقت فارغ ہو اس کو کسی مفید کام میں استعمال کریں، مثلا مفید کتابوں اور اپنے بزرگوں کے مواعظ وملفوظات، تحسین خط، مضمون نویسی یا کسی قسم کا فلاحی کام وغیرہ۔

بعض طلبہ سالانہ تعطیلات کو کسی مفید علمی وعملی کام میں استعمال کرتے ہیں جو بہتر صورت ہے جیسے دورہ صرف ونحو یا ادب ولغت عربیہ، دورہ علم میراث وفرائض۔

بعض طلبہ اس زمانہ میں اصلاح باطن کے لیے کسی مرشد ومربی اور اس کے خانقاہی نظام کی طرف رجوع کرتے ہیں، بعض تبلیغی جماعت میں وقت لگاتے ہیں، الحمدللہ سب ہی خیر کے راستے ہیں۔

افعال باطنہ کی نسبت سے اصلاح وتربیت

افعال باطنہ کی نسبت سے اصلاح وتربیت کی حاجت کہیں زیادہ ہے، شروع میں اس فریضہ کو باپ اور استاذ اداء کرتے ہیں بعد کے مراحل میں متبع سنت پیرومرشد کی ضرورت پڑتی ہے۔

اعمال باطنہ حسنہ کی مختصر فہرست

☆...... توحید☆...... توکل☆...... شکر☆......صبر☆...... اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت☆ ......رضاء بالقضاء☆ ......استعاذہ☆ ......استغفار☆ ......توبہ☆ .....تقویٰ☆ ...... شرم وحیا☆ ...... خوف وخشیت ☆ ......رجاء☆ ...... تصحیح نیت واخلاص☆ ...... تواضع ☆ ......فکر☆ ......زہد

چنداعمال باطنہ سئیہ

☆تکبر☆ بغض وکینہ☆ حسد☆ حب جاہ☆ حرص وحب دنیا☆ ریاکاری☆ عُجب، غضب

تربیت سے متعلق ایک اہم بات باری تعالیٰ کا فرمان ہے'' یآایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ'' (سورۃ التحریم آیت ۶) یعنی اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو، اپنے گھر والوں کو، اپنے اہل وعیال کو ایک ایسی آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے، معلوم ہوا بچوں کی صحیح تربیت لازم ہے اس سے غفلت کا وبال جہنم کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

مشفق والدین نے اپنی ضرورتوں کے باوجود جوانی میں جن جگر گوشوں کو اپنے سے جدا کر کے ہمارے مدرسوں اور تعلیم گاہوں میں بھیجا ہے، اصحاب مدارس اور اساتذہ کرام کے لیے وہ بچے اولادہی کے درجے میں ہیں۔

ہماری ذمہ داری:

ہم تعلیم کے ساتھ جس طرح چاہیں طلبہ کی ذہن سازی اور تربیت کر سکتے ہیں، ان کی صلاحیتوں کو نکھارنا، جلا بخشنا اور ان کے اندر خود اعتمادی پیدا کرنا ہمارے اوپر فرض ہے۔

جذبۂ مسابقت پیدا کرنے والے مفید مقابلے:

مذکورہ ذمہ داری کو اداء کرنے کے لیے ہمیں ان طلبہ کے درمیان جذبۂ مسابقت پیدا کرنے والے مقابلے کرانے چاہییں، مثلا:

* حسن قراءت * حفظ قرآن کریم * تقریر * مضمون نویسی * تحسین خط * حاضری کی پابندی اور صاحب ترتیب ہونے * احادیث یاد کرنے * مسنون دعائیں یاد کرنے * صفائی ستھرائی

اصلاحی بیانات:

اپنی علمی وروحانی اولاد کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنے اور اخلاق ذمیمہ سے بچانے کے لیے اصلاحی بیانات کا سلسلہ ہونا چاہیے۔

آخری گزارش:

براہ کرم خیر خواہی، دلسوزی، حکمت اور اخلاص کے ساتھ ان عزیز طلبہ پر جانفشانی سے توجہ دیجئے، اس میں کسی قسم کا تساہل نہ برتا جائے، ان شاء اللہ یہ اخلاق حسنہ سے آراستہ ہو کر ملک وقوم بلکہ پوری امت کے لیے نافع، آپ کا ادب کرنے والے، محبت رکھنے والے، قدر دان اور آخرت میں آپ کے ذاخر حسنات میں عظیم اضافے کا باعث ہوں گے۔ واللہ المیسر والموفق و علیه التکلان

☆☆☆

مدارس اسلامیہ اور ٹیچنگ ایڈز کا استعمال

مولانا رفیع اللہ قاسمی

علم ایک بے پایاں سمندر ہے اور درحقیقت حقائق الاشیاء کے ادراک کا نام ہے۔ انسان اور دیگر مخلوقات میں بنیادی فرق علم کا ہی ہے۔ دیگر مخلوقات میں یہ اہلیت نہیں ہوتی کہ وہ اپنی معلومات اور علم میں اضافہ کریں جبکہ انسان ذرائع کو استعمال کر کے اپنے علم میں اضافہ کر سکتا ہے۔ علم کی دو قسمیں ہیں۔

ا...... وہبی...... ۲...... کسبی

علم وہبی جسے علم لدنی بھی کہا جاتا ہے وہ علم ہے جو بذریعہ وحی، الہام یا فراست منجانب اللہ عطا ہو اور اس میں انسان کی کوشش کو ذرہ برابر بھی دخل نہ ہو۔ دوسرا علم وہ ہے جس کی استعداد تمام انسانوں میں رکھ دی گئی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ذرائع (محنت وکسب) کا استعمال کر کے ہر وقت اپنے علم میں اضافہ کیا جا سکتا ہے اسے علم کسبی کہا جاتا ہے۔

علم کسبی سے ہر ایک معلم ومتعلم کا سامنا ہوتا ہے۔ مدارس اسلامیہ میں دیئے جانے والے علوم کسبی ہوتے ہیں۔ جس طرح نماز شروع کرنے سے پہلے کچھ چیزوں (نیت، طہارت، وضو، ستر، استقبال قبلہ وغیرہ) کا پورا ہونا ضروری ہے۔ جنھیں نماز کی شرائط کہتے ہیں۔ جب تک یہ شرطیں پوری نہ ہوں نماز شروع نہیں کر سکتے۔ اگر شروع کر دی گئی تو نماز درست نہ ہوگی۔ اسی طرح تعلیم کے باب میں بھی علم حاصل کرنے کے لیے کتاب، کاپی، قلم، پنسل، استاد، تختہ سیاہ اور درسگاہ کا ہونا ضروری ہے۔ جب تک یہ چیزیں موجود نہ ہوں پڑھنا لکھنا شروع نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کسی آلات علم کی کمی رہ گئی اور پڑھائی شروع کر دی گئی تو پڑھائی لکھائی ٹھیک نہیں ہو سکتی۔

چند آلات علم اور ان کی اہمیت وافادیت:

ا۔ تختہ سیاہ/ ڈیجیٹل بلیک بورڈ

اب تک علوم اسلامیہ تھیوریز کے طرز پر پڑھائے جانے کا عام طریقہ رائج ہے۔ اس طریقے میں یہ اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے کہ کونسا طالبعلم سمجھ چکا ہے اور کونسا طالبعلم ابھی تک نہیں سمجھا ہے۔ مدارس اسلامیہ میں تختہ سیاہ کا

استعمال بمنزلہ صفر ہے۔ سراجی پڑھانے کے لیے شاید کبھی کبھار استعمال کرلیا جاتا ہے۔ جبکہ درس نظامی کے ابتدائی درجات میں تختہ سیاہ کا استعمال طلبہ کی بہت ساری دشواریوں کو بآسانی کم کرسکتا ہے۔ علم صرف میں پنج گنج اور علم الصیغہ پڑھاتے ہوئے تعلیل وغیرہ کے لیے اگر تختہ سیاہ کی مدد لی جائے تو غبی سے غبی تر طالب علم کو مشکل سے مشکل تعلیل ذہن نشیں کرائی جاسکتی ہے۔

۲۔ سالانہ اسباق کی منصوبہ بندی

اسباق کو منصوبہ بندی کے ساتھ پڑھائے جانے سے اچھا نتیجہ نکلتا ہے۔ سال میں کتنے ایام ایسے ہوں گے جب اسباق جاری رہیں گے؟ تعطیلات، اعادہ اسباق کے ایام اور زمانہ امتحان کے ایام کو وضع کر کے یہ دیکھا جائے کہ کتنے ایام اسباق کی تدریس ممکن ہے۔ اسی لحاظ سے زیر تدریس کتاب کے اسباق کا اندازہ لگایا جائے کہ پہلا سبق کتنے دن میں ختم ہوسکتا ہے، دوسرا کتنے دن میں اسی طرح ہر سبق کا اندازہ لگا کر کل ایام اور کل اسباق کے درمیان تطبیق دے کر روزانہ کی تدریس کے لیے ایک حصہ متعین کرلیا جائے اور ایک خاکہ بنالیا جائے۔ اسی خاکے کے اعتبار سے درس ہو تو سال کے آخر میں اسباق دوڑا کر کتاب ختم کرانے کی رسم پر روک لگائی جاسکتی ہے۔

۳۔ ماہانہ اسباق کی منصوبہ بندی

سالانہ اسباق کی منصوبہ بندی کی طرح ماہانہ اسباق کی منصوبہ بندی بھی ہوتی ہے۔ ایک مہینے میں کتنی چھٹیاں ہیں؟ کتنے دن تعلیم ہوگی؟ اس ماہ کوئی اور ایکٹیویٹی تو نہیں ہے؟ ان سب چیزوں کا خیال کر کے ماہانہ منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ اسی ماہانہ منصوبے کو سامنے رکھ کر تدریس جاری رکھنے سے تمام چیزوں کو تدریجا طلبہ تک پہونچانے میں آسانی ہوتی ہے۔

۴۔ اسباق کا نوٹ

یہ daily lesson plan کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کے ذریعہ پڑھائے جانے والے حصہ کی تیاری کی جاتی ہے۔ سبق کی شروعات کیسے کی جائے گی؟ آج کے سبق کا مقصد کیا ہوگا؟ مواد کو طلبہ کے سامنے پیش کرنے کی ترتیب کیا ہوگی؟ آج کے سبق کا خلاصہ کیا ہوگا؟ ہوم ورک کیا دینا ہے؟ ان تمام چیزوں کی منصوبہ بندی daily lesson plan میں کی جاتی ہے۔ اس کے فوائد بہت زیادہ ہیں۔ اس کا سب سے اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ معلم و مدرس تدریس سے پہلے اسباق کا مطالعہ کرے، تیاری کرے اور ایک نوٹ تیار کرے۔ گویا نوٹ کی تیاری اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ استاد محترم نے پڑھانے کی تیاری کی ہے۔ مدارس کی طالب علمی کے زمانے میں ایسا تجربہ رہا ہے کہ کچھ اساتذہ مطالعہ کئے بغیر یا سرسری مطالعہ کے بعد کلاس میں حاضر ہوتے تھے۔ بلا مطالعہ تدریس کے بے شمار

نقصانات ہیں۔ بار ہا ایسا تجربہ ہوا ہے کہ مطالعہ کر کے اگر استاذ محترم آئے ہیں تو درس کی کچھ الگ ہی شان ہوتی تھی اور اگر بلا مطالعہ تشریف آوری ہوئی ہے تو تدریس میں کچھ بھی جان نہیں رہتی تھی۔

۵۔چارٹس وغیرہ کا استعمال

درس نظامی میں بہت سارے ایسے موضوعات ہیں جن کی وضاحت ناقص رہ جاتی ہے۔طلبہ ایسے موضوعات کو بہت مشکل بھی سمجھتے ہیں۔ جیسے زکوۃ، طلاق اور حج وغیرہ۔ ان جیسے ابواب کو چارٹس کی مدد سے اور آسان بنایا جاسکتا ہے۔ جیسے جن چیزوں میں زکوۃ فرض ہے ان کا نام، نصاب، اوزان، زکوۃ کے مصارفین کی لسٹ، طلاق کی قسمیں ان کے درمیان فرق اور حج وغیرہ کے مسائل چارٹس یا ڈیجیٹل چارٹس کے ذریعے واضح کرنے پر اوسط درجے کے طلبہ بھی بآسانی تمام چیزوں کو سمجھ سکیں گے۔

۶۔آڈیو/ویڈیو کلپ وغیرہ کا استعمال

حدیث کے ابواب میں بہت سارے ابواب ایسے ہوتے ہیں جن کی تفہیم میں آڈیو یا ویڈیو کلپ معاون بن سکتے ہیں۔ جیسے مغازی کے ابواب، جنگ کا نقشہ، میسرہ اور میمنہ وغیرہ کی شکل یا حج کی تفہیم میں ویڈیوز اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ حج کو بہت مشکل سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ حج کا مکمل طریقہ ویڈیوز کی شکل میں موجود ہے۔ حج کا باب شروع کرنے کے پہلے دن اگر اس ویڈیو کو طلبہ کو دکھا دیا جائے تو یہ باب بہت آسان ہو جائے گا۔

۷......تدریس کی جانچ

گاہے بگاہے درسگاہ میں حاضر ہو کر مجلس تعلیمی کا ناظم یا سپروائزر سبق کو سنے۔اس سے اساتذہ سبق کی تیاری کر کے جائیں گے نیز ذمہ داران کو استاذ محترم کی رہنمائی کرنے میں بھی مدد ملے گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مدارس اسلامیہ میں ٹیچنگ ایڈز کے استعمال کو رواج دیا جائے تو متوسط درجے کے طلبہ کی تفہیم میں مدد ملے گی اور وہ طلبہ جن کی توجہ پڑھائی میں لگتی ہی نہیں ایسے طلبہ کو متوجہ کرنے میں ان طریقوں سے مدد لی جاسکے گی اور معیار تعلیم کو مزید بلند کیا جاسکے گا۔

☆......☆......☆

مدرسہ دیوبند کا فکری اور عملی منہج

(......قسط دوم......)

مولانا مفتی طارق محمود

علمائے دیوبند کی تحقیق میں بھی فقہ حنفی اقرب الی الحدیث ہے:

مولانا ظفر احمد عثمانی حضرت تھانوی کا قول نقل کرتے ہیں: مولانا (حضرت نانوتوی قدس سرہ) بڑے دعوے سے فرمایا کرتے تھے کہ اقوال ابی حنیفہ کو حدیث کے موافق ثابت کرنے کا میں ذمہ لیتا ہوں، لیکن تخریجات فقہاء کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ جن لوگوں نے مولانا کی تقریر درس حدیث میں سنی ہے وہ اس کے شاہد ہیں کہ واقعی مولانا اقوال ابی حنیفہ کی تقریر ایسی کرتے تھے جن کے بعد وہ بالکل حدیث کے موافق نظر آتے تھے۔ حدیث کو قول ابی حنیفہ کے مطابق نہیں کرتے تھے، کہ اس کا خلاف ادب ہونا ظاہر ہے۔ بلکہ قول ابی حنیفہ کو حدیث کے مطابق کر دیا کرتے تھے۔ (قاسم العلوم: ص۶۳۲، ۶۳۳، مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی، مجلّہ صحیفہ نور، کاندھلہ، مکتبہ سید احمد شہید، لاہور، ط: رمضان ۱۴۲۱ھ/ دسمبر ۲۰۰۰م) حضرت نانوتوی کی ان تقریرات کی ایک جھلک حاشیہ سوانح قاسمی ۲/۲۴۲:، ۲۴۳، مولانا مناظر احسن گیلانی، مکتبہ دار العلوم، دیوبند، ط: ۱۳۷۳ھ میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ (حضرت گنگوہی قدس سرہ) بارہا فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حنفیہ مذہب سے خاص محبت ہے، اور اس کی حقانیت پر کلی اطمینان ہے۔ (تذکرۃ الرشید :۱/۹۱، مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی، ادارہ اسلامیات، لاہور، ط:۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶م)

حضرت تھانوی قدس سرہ کا ارشاد ہے: مذہب حنفی کو بعضے نادان حدیث سے بعید سمجھتے ہیں، مگر مذہب میں اصل چیز اصول ہیں۔ سو ان کے اصول کو دیکھا جائے تو سب مذاہب سے زیادہ اقرب الی الحدیث ہیں۔۔۔۔۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ حنفیہ کے اصول پر نظر نہ کرنے سے ان کو ہمیشہ بدنام کیا گیا ہے۔ (ملفوظات حکیم الامت: ۵/۹۲، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان، ط: ۱۴۲۹ھ)

حضرت انور شاہ قدس سرہ فرماتے ہیں: ہم نے اپنی عمر کے تیس سال یہ دیکھنے کے لیے صرف کر دیے کہ فقہ حنفی حدیث کے مطابق ہے یا نہیں؟ سو ہم اپنی تیس سالہ محنت کے بعد قطعاً مطمئن ہیں۔ جہاں جس درجہ کی حدیث دوسرے فقہاء کے پاس ہے اس درجہ کی حدیث امام ابوحنیفہ کے پاس بھی ہے۔ اور جہاں حدیث نہ ہونے کی بنا پر

امام اعظم نے مسئلہ کی بنیاد قیاس واجتہاد پر رکھی ہے وہاں دوسروں کے پاس بھی حدیث نہیں ہے۔(نقش دوام :ص۱۷۵،مولانا انظر شاہ مسعودی،شاہ بک ڈپو، دیوبند، سنہ ندارد)

حضرت گنگوہی قدس سرہ کا مشہور مقولہ ہے کہ حدیث کو جتنی سرسری نظر سے دیکھا جائے گا وہ اتنی ہی حضرات حنفیہ کے خلاف ہوگی۔اور جتنا حدیث پاک میں توغل کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ تمام حدیثیں حنفیہ کے موافق ہیں۔(تقریر بخاری حضرت مولانا محمد زکریا:۱/ ۱۲۷، ۱۲۸، ت: مولانا محمد شاہد، مکتبۃ الشیخ، کراچی، ط: سنہ ندارد)

علمائے دیوبند جامد مقلد نہیں، بلکہ تقلید میں محقق ہیں:

مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: پس وہ (علمائے دیوبند) بلاشبہ مقلد اور فقہ معین کے پابند ہیں، مگر اس تقلید میں محقق ہیں، جامد نہیں۔تقلید ضرور ہے مگر کورانہ نہیں۔لیکن اس شانِ تحقیق باوجود بھی وہ اور ان کی پوری علمی ذریت اپنے کو اجتہاد مطلق کا اہل نہیں سمجھتی۔البتہ فقہ معین کے دائرے میں رہ کر مسائل کی ترجیح اور ایک ہی دائرہ کی متماثل یا متخالف جزئیات میں سے حسب موقع ومحل، اور حسب تقاضائے ظروف زمان ومکان کسی خاص جزئی کے اخذ وترک یا ترجیح وانتخاب کی حد تک وہ اجتہاد کو منقطع بھی نہیں سمجھتے، اس لیے ان کا مسلک کورانہ تقلید اور اجتہاد مطلق کے درمیان ہے۔(علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج:ص۱۴۳)

مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حنفیہ ہمیشہ اس حدیث کو ترجیح دیتے ہیں جو مضمون قرآنی کے موافق ہو، اگرچہ دوسری طرف کے روایت کرنے والے ان کی بہ نسبت زیادہ ثقہ یا تعداد میں زیادہ ہوں۔(اختلاف الائمہ مع الاستدارک:ص۲۷، ت: مولانا محمد عثمان، مولانا محمد عبدالرزاق، مکتبۃ الحرمین، لاہور، ط:۱۴۳۱ھ)

اور ارشاد ہے: عمل بالحدیث کرنے والے کا بڑا فرض ہے کہ ان سب (وجوہ ترجیح) کی تحقیق کرنے کے بعد دیکھے کہ کون سی روایت میں وجوہ ترجیح زیادہ پائی جاتی ہیں۔تاکہ وہ اس کو دوسری متعارض روایات پر ترجیح دے سکے۔اسی وجہ سے حنفیہ ان روایات کو بھی ترجیح دیتے ہیں جو قوت سند یا علو سند کے لحاظ سے زیادہ راجح نہیں ہوتیں۔اس لیے کہ حنفیہ کے نزدیک کسی مضمون کا اوفق بالفاظ القرآن ہونا قوی تر وجوہ ترجیح میں سے ہے۔اور یہ امر نہایت بدیہی ہے اس لیے کہ الفاظ حدیث کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہونا یقینی نہیں۔رواۃ کا بالمعنی حدیث نقل کرنا پہلے بیان ہو چکا ہے۔اور الفاظ قرآنی کا بلفظہ منقول ہونا قطعی ہے۔اس لیے مختلف روایات کے مضمون میں جو مضامین الفاظ قرآنیہ سے زیادہ قریب ہوں گے اس کا راجح ہونا یقینی اور بدیہی امر ہے۔(مصدر سابق:ص۱۱۴) اس مضمون کی مثالوں سے وضاحت کے لیے دیکھیے :اوجز المسالک :۲/ ۹۵، ۹۶، ت: تقی الدین ندوی، دار القلم، دمشق،

ط:اولی،۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳م)

یہاں حضرات اساتذہ کرام کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش کروں گا کہ حدیث اور فقہ کے درس میں، سادات حنفیہ کے دلائل حدیث کی وضاحت ان کے اپنے اصول کے اجراء اور تمرین کے ساتھ فرمائیں۔حنفیہ کے اپنے اصول سامنے نہ لانے کی وجہ سے طلبہ کی تشنگی دور نہیں ہوتی۔وقتی طور پر اگرچہ نہ بولیں، لیکن مروج طریقے سے ان کی تشفی نہیں ہوتی۔اس سلسلے میں بندہ کے ایک دوسرے مقالے سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔اس کا عنوان ہے: محدثین اور فقہاء کے اصول حدیث کا تقابلی جائزہ۔ یہ مقالہ المصباح لاہور سے مطبوع خیر الاصول کے آخر میں شائع ہوا ہے۔طلبہ پر یہ ضرور واضح فرمائیں کہ کونسا کلام علی سبیل التسلیم والتنزل ہے، اور کونسا کلام علی سبیل التحقیق والترقی۔

۴ : **تصوف اور تزکیہ کا اہتمام**

مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وہ (علمائے دیوبند) تکمیل اخلاق اور تزکیہ نفس کے لیے حسب سلاسل طریقت مشائخ کی بیعت وصحبت اور طریقت کے اصول وہدایات کی پابندی کو تجربۂ مفید اور ضروری سمجھتے ہیں ہیں، لیکن طریقت کو شریعت سے الگ کوئی مستقل راہ نہیں سمجھتے جو سینہ بسینہ چلی آرہی ہے، بلکہ شریعت کے باطنی اور اخلاقی حصہ کو طریقت کہتے ہیں جو اصلاح قلب کا راستہ ہے، اور جسے شریعت نے احسان کہا ہے، اس لیے اس کے بنیادی اصول کو کتاب وسنت ہی سے ثابت شدہ جانتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں، مگر اس لائن کے بے اصول یا خلافِ اصول یا من گھڑت رواجی رسوم کو طریقت نہیں سمجھتے، بعض رسوم کے اختیار کرنے کو خلافِ سنت اور بعض کے ارتکاب کو بدعت سمجھ کر قابلِ رد سمجھتے ہیں۔(علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج: ص۱۳۰)

حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت شیخ الہند، حضرت سہارنپوری، حضرت تھانوی اور حضرت مدنی وغیرہ سب مشائخ دیوبند نے باقاعدہ طور پر بیعت ہوکر سلوک طے کیا۔اور اصلاح باطن ان حضرات کی دینی خدمات کا ایک اہم باب ہے۔جیسا کہ ان حضرات کے حالات زندگی کے مطالعے سے واضح ہے۔

حضرت تقی فرماتے ہیں: تمام اکابر دیوبند کا مشترک رنگ یہ تھا کہ وہ حروف ونقوش کے کتابی علم کو اس وقت تک اہمیت نہیں دیتے تھے جب تک اس کے ساتھ انابت الی اللہ اور صلاح وتقوی نہ ہو۔حکیم الامت حضرت تھانوی نے جب خانقاہ تھانہ بھون میں مدرسہ امداد العلوم قائم فرمایا تو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کو اس کی اطلاع دی۔حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا: اچھا ہے بھائی، مگر خوشی تو جب ہوگی جب یہاں اللہ اللہ کرنے والے جمع ہوجاویں گے۔حضرت مولانا محمد یسین صاحب قدس سرہ فرماتے تھے: ہم نے دار العلوم کا وہ وقت دیکھا ہے جس میں صدر

مدرس سے لے کر ادنی مدرس تک اور مہتمم سے لے کر دربان اور چپراسی تک سب کے سب صاحب نسبت بزرگ اور اولیاء اللہ تھے۔ دارالعلوم اس زمانہ میں دن کو دارالعلوم اور رات کو خانقاہ معلوم ہوتا تھا کہ اکثر حجروں سے آخر شب میں تلاوت اور ذکر کی آوازیں سنائی دیتی تھیں، اور درحقیقت یہی اس دارالعلوم کا طغرائے امتیاز تھا۔(اکابر دیوبند کیا تھے؟ ماہنامہ دارالعلوم (دیوبند): ص ۵۱، ۵۲، ملخصا، نومبر ۲۰۱۰م، ماہنامہ الرشید: ص ۱۴۵)

مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: ہمارے طالب علمی اور بچپن کے زمانے میں اس کا بڑا اہتمام تھا کہ نو دس سال رہ کر ایک طالب علم نے علم حاصل کرلیا، لیکن اکابر اس کو سند نہیں دیتے تھے، جب تک جماعت کے بزرگوں میں سے کسی کے پاس چھے مہینے رہ کر اپنی اصلاح نہ کرائے، اور صحبت یافتہ ہوکر اس کا رنگ نہ قبول کرلے۔ اس کے بغیر وہ سند نہیں دیتے تھے، کیونکہ صحبت کے بغیر (علم) محض ایک نمائش اور گرمی بازار اور گرمی محفل کا ذریعہ رہ جاتا ہے۔(خطبات حکیم الاسلام: ۱۲/ ۱۷۶، مرتب: مولانا محمد ادریس ہوشیار پوری، ت: مولانا ابن الحسن عباسی وغیرہ علماء، بیت السلام پبلشر، کراچی، ط: ۲۰۱۱م)

حضرت تھانوی فرماتے ہیں: جس زمانہ میں میں مدرسہ دیوبند پڑھتا تھا اس وقت کے حالات وواقعات یاد آ آ کر عجیب قلب کی کیفیت ہوتی ہے۔ اس وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہمیشہ ایسا ہی زمانہ رہے گا۔ اس وقت بڑے بڑے اہل کمال کا اجتماع تھا۔ اور قریب قریب سب اپنے کو مٹائے ہوئے تھے اور فنا کیے ہوئے تھے۔ جب کبھی اتفاق سے ان حضرات کا اجتماع ہوجاتا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہر بزرگ دوسرے کو اپنے سے بڑا سمجھتا ہے۔ بڑی ہی خیر کا مجمع تھا۔ یہی حالت آپس میں طلباء کی تھی۔ اور اساتذہ کے سامنے تو بولنے کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اور ایک یہ زمانہ ہے کہ اس وقت سے کوئی مناسبت ہی نہیں۔ چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔ اس وقت کھلم کھلا نظر آتا تھا کہ مدرسہ پر انوار کی بارش ہورہی ہے۔ اور یہ سب ان حضرات کی مقبولیت کی علامت تھی۔ اور ان حضرات کے تقوی اور طہارت کے ثمرات تھے۔ اور مدرسہ کی مقبولیت کا اس قدر جو اثر ساری دنیا پر ہوا یہ بھی ان ہی حضرات کی برکت تھی۔ مقبولیت پر یاد آیا۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے خواب میں دیکھا کہ جنت ہے اور اس میں ایک طرف چھپر کے مکان بنے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا اے اللہ! یہ کیسی جنت ہے جس میں چھپر ہیں۔ جس وقت صبح کو مدرسہ آیا مدرسہ کے چھپر نظر پڑے تو ویسے ہی چھپر تھے۔ یہ زمانہ مدرسہ کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا۔ تب تعبیر سمجھ آئی کہ یہ مدرسہ کی مقبولیت دکھائی گئی ہے۔ اس زمانہ میں نہ یہ لمبی چوڑی تعمیر تھی، نہ اساتذہ تزک اور شان سے رہتے تھے۔ نہ طلباء کا کوئی فیشن تھا۔ پھٹے کپڑے، ٹوٹی ہوئی جوتیاں، یہ ان کا ظاہری حال تھا۔ نہ اس جدید قسم کے قواعد اور قانون تھے۔ نہ اتنے ممبر اور محراب تھے۔ کام جو کچھ ہوا سب کو معلوم ہے کہ کیسے کیسے باکمال لوگ فارغ ہوکر نکلے۔ اور اب

اس وقت سب کچھ ہے،اوراس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔وہ جوایک چیز تھی جس کو روح کہتے ہیں وہ نہیں رہی ۔(ملفوظات حکیم الامت:۱/۹۶،۹۷،ادارہ تالیفات اشرفیہ،ملتان،ط:۱۴۲۳ھ)

اپنی اصلاح باطن کا اہتمام کیے بغیر دوسروں کو دینی نفع پہنچانے کے درپے ہونے میں بہت سی خرابیاں ہیں۔یہ بات تجربےاور مشاہدے سے بھی ثابت ہے۔چنانچہ اس وقت بھی جاننے والے جانتے ہیں کہ جہاں شخصیت کی تعمیر اورفرد کی اصلاح کیے بغیرا سے دوسروں کی دینی خدمات میں مشغول کردیتے ہیں وہاں کیا کیا فسادات پیدا ہورہے ہیں!!اوران کا حل کتنا دشوار ہورہا ہے!!مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ تعالی کے الفاظ ملاحظہ ہوں: تجربہ ہے کہ دنیا میں جتنے فتنے پھیلے ہیں،جس سے مذاہب اور پارٹیاں بن جاتی ہیں،یہ زیادہ تر ان علماء سے پھیلے ہیں جوصحبت یافتہ نہیں ہوتے۔فقط قرآن وحدیث کے الفاظ ان کے سامنے ہوتے ہیں۔اسلاف کا وہ رنگ ان کے قلوب میں نہیں ہوتا جو بزرگوں میں ہوا کرتا ہے،اس لیے ان سے فتنہ زیادہ پھیلتا ہے۔جو عالم زیادہ صحبت یافتہ ہوگا،زیادہ دیانت قائم کیے ہوئے ہوگا اس سے فتنہ نہیں پھیلے گا۔زیادہ فتنہ پرداز وہ ہوتے ہیں کہ ان کے پاس علم موجود ہوتا ہے،صحبت میسر نہیں ہوتی ،اخلاق درست نہیں ہوتے ،اخلاق کے اندر پختگی نہیں پیدا ہوتی،تو ان کے کلمات سے زیادہ تر بے ادبی اور گستاخی کا فتنہ پھیلتا جاتا ہے۔یہ جو آپ دیکھتے ہیں کہ مصر،شام یا عراق (میں)ہوا،اول تو وہاں علم کی ہی کمی ہے ،لیکن اگر علم بھی ہے تو چونکہ صلحاء اوراہل اللہ کی صحبت میسر نہیں وہ علم وبال جان اور مارآستین ان کے حق میں بنا ہوا ہے ۔(خطبات حکیم الاسلام:۱۲/۱۷۶،۱۷۷)

حضرت تھانوی کا ارشاد ہے: میں نے بار بار یہ کہا ہے کہ پہلے اپنی ظاہری اور باطنی قوت کو دیکھ لو۔اس کے بعد ایثار کرواور دوسروں کے کاموں میں پڑو،مگر اپنا نقصان کرکے اور دین کو برباد کرکے دوسروں کے کاموں میں لگنا اور اصلاح غیر کے درپے ہونا یہ حضرات صحابہ سے کہاں ثابت ہے؟اور اس پر کہاں مدح کی گئی ہے؟اس آیت (**والذین تبوئوا الدار والایمان من قبلھم** ......)میں اللہ تعالی نے حضرات صحابہ کی اول تعریف اس پر کی ہے کہ وہ اپنے نفس کی تکمیل کرچکے ہیں اور ایمان کو اپنے دلوں میں جما چکے ہیں اور نفس کو حرص وغیرہ سے پاک کرچکے ہیں۔اس کے بعد ایثار پر مدح کی گئی ہے۔اس سے خود میرے بیان کی تائید ہورہی ہے کہ اصلاح نفس اصلاح غیر سے مقدم ہے اور یہ کہ ایثار کی اسی کو اجازت ہے جو اپنی اصلاح سے فراغت کرچکا ہو۔اب وہ مولانا صاحبان غور کرلیں جو اصلاح غیر کے درپے ہیں،کیا وہ اپنی اصلاح وتکمیل سے فارغ ہوگئے ہیں؟اگر وہ سچ بولیں گے تو ضرور یہ کہیں گے کہ فراغت تو کہاں ابھی تو اپنی اصلاح کی ابتداء بھی نہیں ہوئی۔میں اسی حالت کو مرض کہہ رہا ہوں اوراسی سے منع کررہا ہوں۔(خطبات حکیم الامت : ۲۵/۱۷۶،ت:صوفی اقبال ،مولانا زاہد محمود،ادارہ تالیفات اشرفیہ

،ملتان،ط:۱۴۲۹ھ)

۵:دین کے دفاع کی طرف خصوصی توجہ

مولانا قاری محمد طیب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: درالعلوم کی جماعت اپنے مسالک کی ہمہ گیری کی وجہ سے ہرفتنہ کی مدافعت کیلیے سینہ سپر رہی۔خواہ وہ فتنہ نقل وروایت کی راہوں سے آیا یا عقلیت پسندی کی بنیاد سے اٹھا۔اس جماعت نے ہمیشہ اعلائے کلمۃ اللہ اورامر بالمعروف کا فرض ادا کیا اور اسی اسلوب اوراسی رنگ میں جس رنگ ڈھنگ میں کسی دینی فتنہ نے سر اٹھایا۔(ماہنامہ الرشید:ص۵۱۱تا۵۱۷ملخصا)

ہندوستان پر انگریزوں نے تسلط جمانے کے بعد یہاں پر عیسائی مذہب کی تبلیغ کی کوششیں تیز کردیں۔اسی سلسلے کی ایک کڑی یہ تھی کہ ایک بڑا جلسہ رکھا گیا جس میں ہندو پنڈتوں کو دعوت دی گئی،عیسائی پادری بلوائے گئے،اور مسلمان علماء کو بھی دعوت دی گئی۔غرض یہ تھی کہ اگر جلسے میں اسلام پر اعتراض کر کے مسلمان علماء کو چپ کرادیا گیا تو مسلمانوں کو ان کے دین سے ہٹانا آسان ہوگا۔چنانچہ ان میں سے پہلا جلسہ میلہ خدا شناسی ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۶۷ء کو شاہجہانپور میں ہوا۔

پہلے میلہ خداشناسی میں حضرت قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ نے جوتقریر فرمائی اس کے بارے میں پادری اینک نے کہا:

کیا پوچھتے ہو؟ ہم کو بہت سے اس قسم کے جلسوں میں شامل ہونے کا اتفاق ہوا۔اور بہت سے علمائے اسلام سے اتفاق گفتگو ہوا۔پر نہ یہ تقریریں سنیں،نہ ایسا عالم دیکھا۔ایک پتلا دبلا سا آدمی،میلے سے کپڑے،یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ کچھ عالم ہیں۔ہم جی میں کہتے تھے کہ یہ کیا بیان کریں گے؟ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ حق کہتے تھے،پر اگر تقریر پر ایمان لایا کرتے تو اس شخص کی تقریر پر ایمان لے آتے۔اور پھر یہ کہا کہ تقدیر کے مسئلہ کو پادری جب چھیڑا کرتے ہیں جب کوئی تدبیر غلبہ کی باقی نہیں رہتی۔پادری نولس صاحب نے لاچار ہوکر یہ باتیں شروع کی تھیں،پر اس شخص نے ایسا ان سب کو اڑایا کہ پتا نہ لگنے دیا۔(واقعہ میلہ خداشناسی:ص۴۰،مطبع مجتبائی،دہلی،ط:۱۳۱۲ھ)

میلہ برخاست ہوا۔باہر آتے ہی مولوی محمد قاسم صاحب کے گرد ایک ہجوم تھا ہندو مسلمان سب گھیرے کھڑے تھے۔مسلمانوں کی اس وقت جو کیفیت تھی سو تھی،مگر ہنود بھی بہت خوش تھے۔آپس میں کہتے تھے نیلی لنگی والے مولوی (حضرت نانوتوی) نے پادریوں کو خوب مات دی۔(مصدر سابق:ص۴۷) حضرت نانوتوی قدس سرہ کے مناظروں کی مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:سوانح قاسمی:۲/ ۳۵۸ تا ۴۶۳،مولانا مناظر احسن گیلانی،بانی دار العلوم دیوبند:ص۲۳ تا ۳۸،مولانا سرفراز خاں صفدر)

اہل زیغ وضلال کے شبہات واعتراضات کے مدلل اور شافی جواب دینا، دیگر حضرات اکابرین دیوبند کی تحریر وتقریر کا بھی ایک اہم موضوع رہا ہے۔اور یہ درحقیقت ارشادخداوندی وجادلہم بالتی ہی احسن کا عملی مظاہرہ ہے۔

دین کے دفاع میں یہ بھی داخل ہے کہ دین کی صحیح تشریحات سے متصادم جو بھی تحریر اور تقریر ہو اسے صاف طور پر ظاہر کر دیا جائے۔اس کا ایک واقعہ دیکھیے ! مولانا محمد میاں صدیقی لکھتے ہیں: سید صاحب (مولانا سید سلیمان ندوی)جب بھی لاہور تشریف لاتے، جامعہ اشرفیہ کے مہمان خانے میں ٹھہرتے ۔ والد صاحب قبلہ (مولانا محمد ادریس کاندھلوی) کے ساتھ علمی گفتگو رہتی ۔علم کلام پر سید صاحب نے ایک کتاب لکھی ۔اس کا مسودہ لے کر آئے۔کئی روز لاہور قیام رہا۔مسودہ کے اکثر حصے والد صاحب کو سنائے۔والد صاحب نے اس کے بعض حصوں پر تنقید کی اور فرمایا کہ سید صاحب! آپ کی یہ تحریر مسلک اہل سنت والجماعت سے ہٹی ہوئی ہے۔سید صاحب اس وقت خاموش رہے۔تین چار روز بعد کراچی جانے لگے تو والد صاحب اور مولانا خیر محمد جالندھری سید صاحب کو رخصت کرنے سڑک تک آئے۔(ناچیز راقم بھی موجود تھا)۔سید صاحب جب گاڑی میں سوار ہونے لگے تو مسکرا کر فرمایا: میں نے علم کلام پر جو مسودہ مرتب کیا تھا اب اسے چھپوانے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے، کچھ اللہ میاں کے ڈر سے،اور کچھ مولوی ادریس کے ڈر سے۔اور پھر واقعی سید صاحب نے وہ مسودہ طبع نہیں کرایا۔(تذکرہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی :ص۲۶۷، ۲۶۸،مولانا محمد میاں صدیقی ،مکتبہ عثمانیہ، جامعہ اشرفیہ،لاہور، ط:اول ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۷م)

۶: تدریس وافتاء

علم دین میں گہرائی اور گیرائی کے لیے ایک طویل عرصے تک علمی مشغلے میں انہماک کی ضرورت ہوتی ہے۔اس کی عمدہ صورت تدریس اور افتا میں مشغول ہونا ہے ۔ ان سے ایک طرف پڑھانیوالے اور فتوی بتانے والے کو علمی وسعت اور پختگی حاصل ہوتی ہے، اور دوسری طرف دین کی صحیح سمجھ بوجھ رکھنے والی جماعت تیار ہوتی ہے، اور عامۃ المسلمین تک دین کے احکام پہنچتے ہیں۔مشائخ دیوبند کو تدریس وافتا کا خاص ذوق رہا ہے۔

دار العلوم دیوبند میں ممتاز علمی اور عملی خوبیوں والے اساتذہ رکرام اپنے اپنے وقت کے صدر مدرس رہے ہیں۔چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی ،حضرت مولانا سید احمد دہلوی، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا حسین احمد مدنی ،اور حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمہم اللہ تعالی اپنے اپنے وقت کے صدر مدرس رہے ہیں۔اور مفتی کے طور پر خدمات سرانجام دینے والے حضرات میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مفتی عزیز الرحمن دیوبندی، مولانا محمد اعزاز علی، مولانا ریاض الدین، مفتی محمد شفیع ، مولانا محمد سہول ، مولانا محمد کفایت اللہ میرٹھی ،مولانا محمد فاروق امبیٹھوی ،مولانا مہدی حسن شاہ جہانپوری وغیرہ حضرات

شامل ہیں۔(ماخذہ: تاریخ دارالعلوم دیوبند:ص ۹۷-۱۰۰ملخصا)

اساتذہ دیوبند کی درسی امالی سے ان حضرات کی علمی جامعیت اور تحقیق کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔اور فقہی مہارت کے لیے فتاوی رشیدیہ،فتاوی خلیلیہ،عزیز الفتاوی،امداد الفتاوی،امداد الاحکام،فتاوی دار العلوم دیوبند، جواہر الفقہ،اور امداد المفتین وغیرہ کتب کافی ثبوت ہیں۔

مولوی ظفر احمد صاحب نے ایک مرتبہ (حضرت سہارنپوری) سے عرض کیا کہ حضرت فقہ سے مناسبت پیدا ہونے کی کوئی صورت ارشاد فرمائیں۔فرمایا مفتیوں کی عادت یہ ہے کہ صرف استفتاء آنے کے وقت کتابیں دیکھتے ہیں۔اس سے کام نہیں چلتا۔اور جواب میں بہت غلطی ہوجاتی ہے۔کیونکہ اس وقت جلدی میں ایک جگہ کو دیکھکر جواب لکھ دیتے ہیں،حالانکہ دوسرے مقام میں اس مسئلہ کے اندر تفصیل معلوم ہوتی ہے جس سے اس واقعہ مسئولہ کا حکم بدل جاتا ہے۔پس فقہ سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے شامی اور بدائع کو بالاستیعاب دیکھنا چاہیے۔ہمارے حضرت گنگوہی نے شامی کو کئی بار بالاستیعاب ملاحظہ فرمایا ہے۔حقیقت میں بدائع عجیب کتاب ہے۔جزئیات تو زیادہ شامی میں ہیں،مگر اصول اور فقہ کی لم زیادہ بدائع میں،کہ اس سے مناسبت ہوجائے تو فقہ میں طبیعت چلنے لگے۔(تذکرۃ الخلیل:ص۲۹۴ملخصا،مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی،مکتبۃ الشیخ،کراچی،ط:سنہ ندارد)

حضرت نانوتوی قدس سرہ کے سبق پڑھانے کی کیفیت حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ تعالی کی زبانی ملاحظہ ہو:اس زمانہ میں پڑھانا اکثر تھا،سب کتابیں بے تکلف پڑھاتے تھے،اور اس طرح کے مضامین بیان فرماتے تھے کہ نہ کسی نے سنے،نہ سمجھے۔اور عجائب غرائب تحقیقات ہر فن میں بیان فرماتے،جس سے تطبق اختلافات اور تحقیق ہر مسئلہ کی بیخ وبن تلک ہوجاتی تھی۔(حالات طیب:ص۵۰،مولانا محمد یعقوب نانوتوی،ت:مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی،مفتی الٰہی بخش اکیڈمی،یوپی انڈیا،ط:۱۴۳۵ھ)۔

اور فرماتے ہیں:مولوی صاحب سے پڑھنا نہایت ہی دشوار تھا،جو شخص طباع ہو اور پہلے سے اصل کتاب سمجھا ہوا ہو تب مولوی صاحب کی بات سمجھ سکتا تھا۔ہرچند مولوی صاحب نہایت ہندی کی چندی کرکر بیان فرماتے،مگر پھر مشکل بات مشکل ہی ہوتی ہے۔(مصدر سابق:ص۵۲)

(حضرت) مولانا محمود حسن (شیخ الہند) فرماتے تھے کہ میں نے اس کا التزام کیا کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف دیکھ کر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے درس (سبق) میں حاضر ہوتا۔اور وہ باتیں پوچھتا جو حضرت شاہ صاحب کی کتب میں مشکل ہوتی تھیں،لیکن شاہ صاحب کی کتب میں جو انتہائی جواب ہوتا تھا وہ حضرت نانوتوی اول ہی دفعہ میں فرمادیتے تھے۔بارہا اس کا تجربہ کیا!(ارواح ثلاثہ:ص۲۰۵،مکتبۃ الحسن،لاہور،ط:سنہ ندارد)

حضرت گنگوہی قدس سرہ کی تحدیث (حدیث پڑھانے) میں یہ خاص برکت تھی کہ مضمون حدیث سن کر اس پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہوجاتا تھا۔ یہ خاص روحی اثر اس کا پتہ دے رہا تھا کہ یہ تحدیث کتابی نہیں ہے، بلکہ حضرت قدس سرہ کے چشمان دل صفا منزل کے سامنے ایک آئینہ لگا ہوا ہے جس میں صاحب حدیث علیہ السلام کے انوار کا عکس پڑتا ہے اور اس انعکاسی تجلی سے حضرت اپنے طلبہ کو متمتع فرمارہے ہیں۔ آپ کی تدریس میں ایسا محویت کا عالم ہوتا تھا کہ بے اختیار دل خواہش کرتا کہ کاش تقریر کا سلسلہ دیر تک ختم نہ ہو۔ حضرت کی تقریر ایسی سلیس عام فہم ہوتی کہ پاس بیٹھے ہوئے عامی لوگوں کو بھی حرفاً حرفاً سمجھ میں آتی اور دل کے کواڑ کھولتی چلی جاتی تھی۔ اسناد حدیث کے متعلق پوری تحقیق فرماتے تھے۔ اختلافات احادیث اور تعارض کے متعلق مختصر مگر جامع تطبیق فرماتے تھے کہ ذرہ بھر گلجھٹ اور حبہ برابر الجھن باقی نہ رہتی تھی۔ آپکی تقریر میں ایک عجیب کرامت تھی کہ وسیع تقریر اور بلیغ تحقیق کی طرف دیکھا جاتا تو خیال ہوتا تھا کہ سبق بہت کم ہوا، لیکن اوراق وصفحات شمار کیے جاتے تو حیرت ہوتی کہ اس قدر سبق کیونکر ہوگیا؟ آپ کی تقریر کے بعد حواشی بالکل بے کار معلوم ہوتے تھے اور یوں خیال ہوتا تھا کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابی نے اس حدیث کو بیان فرمایا ہوگا تو ہمارے حضرت وہیں کسی جگہ کھڑے سن رہے ہوں گے۔ (تذکرۃ الرشید :۱/۸۹، مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، ادارہ اسلامیات، لاہور، ط:۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، حضرت گنگوہی قدس سرہ صحاح ستہ کا دورہ حدیث شریف اکیلے خود ہی پڑھایا کرتے تھے۔ تفصیل کے لیے تذکرۃ الرشید، عنوان: تدریس ودورہ حدیث کی مراجعت فرمائیں)۔

۷: دعوت وارشاد

مولانا احمد حسن صاحب بڑے معقولی تھے اور کسی کو اس میدان میں اپنا ہم سر نہیں سمجھتے تھے۔ ایک دن حضرت نانوتوی قدس سرہ کا وعظ ہوا اور اتفاق سے سامنے وہی تھے اور مخاطب بن گئے۔ اور معقولات ہی کے مسائل کا رد شروع ہوا۔ وعظ کے بعد انھوں نے کہا اللہ اکبر! یہ باتیں کسی انسانی دماغ کی نہیں ہوسکتیں۔ یہ تو خدا ہی کی باتیں ہیں۔ مجھ پر تو یہ اثر ہوا ہے کہ خودی مٹ رہی ہے۔ اس مجلس میں حضرت سے بیعت کی درخواست کی۔ فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کی طرف سے بیعت کرتا ہوں، جب آپ وہاں جائیں تو پھر وہاں تجدید بیعت کرلیں۔ چنانچہ جب مولانا گئے تو حضرت حاجی صاحب سے تجدید بیعت کرلی۔

حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ کا ایک وعظ سہارنپور میں ہوا، جس میں مولانا محمد مظہر نانوتوی بھی شریک تھے اور ختم وعظ پر فرمانے لگے کہ بھلا ان کے ہوتے ہوئے کوئی واعظ وعظ کہہ کر کیا ایسی تیسی کھائے گا! یہ علوم کہاں سے لائے گا؟ یہ اثر کہاں سے آئے گا؟ (ارواح ثلاثہ: ص۲۱۱، ۲۱۲)

مدرسہ دیوبند کے ایک سالانہ جلسے میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کے وعظ کا واقعہ ملاحظہ ہو: جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد میں (حضرت گنگوہی قدس سرہ نے) وعظ فرمایا۔

وعظ کیا تھا وان من البیان لسحرا کا مصداق تھا، اور بیان کیا تھا محبت الٰہی کا دریائے مواج اور قلزم متلاطم تھا، جس نے اس کنارے سے لے کر اس کنارے تک ہر صغیر و کبیر کی حالت کو دگرگوں کر دیا تھا۔ آپ حدیث کی کتاب ہاتھ میں لے کر منبر پر بیٹھے اور کیف ما اتفق اسے کھول کر جو حدیث نظر پڑی اس کو پڑھ کر ترجمہ فرمانے لگے۔ آپ کے سارے وعظ میں حدیث نبوی کا سادہ ترجمہ اور یہی نماز روزے کے مسائل تھے جو معمولی پڑھے لکھے بھی بیان کر دیتے ہیں، مگر خدا جانے وہ غیبی تاثیر کیا تھی جس نے سارے جلسے کو ساکت و صامت اور مبہوت و سرنگوں بنا رکھا تھا۔ ہر شخص اس قلبی فیضان سے متاثر تھا اور مسجد کی دیواریں تک مست و سرشار نظر آتی تھیں۔

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ نے اس وعظ کی چشم دید کیفیت کو سالانہ روئیداد میں مختصر الفاظ کے ساتھ اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ:......وعظ کیا تھا گویا سامعین کو مئے محبتِ الٰہی کے خم کے خم پلا دیے۔ در و دیوار تک مست تھے۔ اور عجیب کیفیت ظاہر تھی کہ کہیں دیکھی نہ سنی۔ اللہ اللہ اس کے خاص بندوں کے سیدھے سیدھے الفاظ اور سادہ بیان اور ڈھیلی ڈھیلی زبان میں کیا کیا تاثیرات ہیں کہ بشر کیا شجر و حجر بھی مان جاتے ہیں۔ مولانا نے کوئی دقیق مضامین علمیہ بیان نہیں فرمائے۔ یہی وضو اور نماز کے مسائل بیان کیے۔ اور اخلاص کے بیان میں کسی تقریب سے ایک دفعہ بآواز بلند اللہ کہا۔ معلوم نہیں کس دل اور کیسے گداز سے اللہ کا نام لیا کہ تمام مجلس وعظ لوٹ گئی۔ اور آہ و زاری کی آواز سے مسجد گونج اٹھی۔ ہر شخص اپنے حال میں مبتلا تھا۔ اس وقت بعض اشخاص نے مولوی صاحب کو دیکھا کہ کمال وقار سے منبر پر خاموش بیٹھے ہیں اور اہل مجلس کی طرف متوجہ ہیں۔ یقین ہوتا ہے کہ اگر مولوی صاحب ایسے متوجہ نہ ہوتے تو اہل مجلس کو دیر تک افاقہ نہ ہوتا، مگر اللہ رے حوصلہ کہ خود ویسے ہی مستقل رہے۔ سینہ میں قلزم کو لے قطرہ کا قطرہ ہی رہا۔ انتہی

سنا ہے کہ وعظ سے پہلے مجمع میں واعظین کی تقاریر اور تاثیرات کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ بعض وعظ کہنے والے بیان و تقریر کا اس درجہ ملکہ رکھتے ہیں کہ حاضرین کا ہنسا دینا اور رلا دینا گویا ان کے اختیار میں ہے کہ جب چاہا ہنسا دیا اور جس وقت رنگ بدلنا چاہا تو رلا دیا۔ حضرت امام ربانی نے بھی گفتگو سنی اور بات ٹالنے کے لیے یوں ارشاد فرما کر خاموش ہو گئے تھے کہ ہاں اللہ کے بندوں کے نزدیک یہ کوئی چیز نہیں گنی جاتی۔ رلانا اور ہنسانا بات ہی کیا ہے؟ اخلاص کے ساتھ اللہ کا نام بھی نکلے تو اس پر مخلوق رونے لگے۔ چنانچہ چند ہی ساعات کے بعد وعظ میں وہ مضمون جو علم الیقین تھا، عین الیقین بن گیا۔ (تذکرۃ الرشید: ۱/ ۲۵۰، ۲۵۱ ملخصا) **(باقی آئندہ)**

علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ شخصیت اور کارنامے

مولانا بدرالحسن قاسمی

علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ (مئی ۱۹۰۸ءتا اکتوبر ۱۹۷۷ء) ان شخصیتوں میں سے ہیں؛ جن سے مجھے علمی قرب اور قلبی لگاؤ اپنے طالب علمی کے زمانہ سے ہے، میں کہہ سکتا ہوں کہ ''میرے ان دیکھے اساتذہ میں ان کا شمار ہے''، حقیقی اساتذہ کی کمی اور کبھی کم سوادی کا بدل یہی ہوتا ہے ''زندہ یا از جہاں رفتہ'' ان لوگوں پر اعتماد کیا جائے؛ جن کا علم پختہ اور مستند ہو۔

دراصل عقیدت کا مرکز تو امام العصر انور شاہ کشمیری متوفی: ۱۳۵۲ھ کی شخصیت تھی، پھر ان سے قریب جو شخصیتیں رہیں ان سے تعلق پیدا ہونا طبعی ہے۔

علامہ محمد یوسف بنوریؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے سب سے مستند ترجمان تھے، ان کے علوم کو انہوں نے جس گہرائی سے سمجھا، ان کی فصیح وبلیغ عربی میں ترجمانی کی؛ اس کا ثبوت ان کی کتاب ''معارف السنن'' ہے۔

علمی مسائل کو صحیح سمجھنا، پھر ان کو عقلی ترتیب کے ساتھ مرتب کرنا، ان کے مصادر ومراجع پر گہری نظر رکھنا اور پھر اس کو متوسط درجہ کی صلاحیت رکھنے والے لوگوں کے ذہن سے قریب کر کے صحیح اور شستہ زبان میں پیش کرنا یہ صلاحیت ہر کسی میں نہیں ہوتی۔ دورہ حدیث کے سال مجھے ''معارف السنن'' سے مناسبت ہوئی تھی؛ جو آج تک برقرار ہے۔ مولانا بنوریؒ کو علمی مسائل قوت کے ساتھ پیش کرنے کی اللہ نے قدرت بھی دی تھی اور حق بات کھل کر بیان کرنے کی جرأت وہمت بھی۔

مصر کے سفر کے دوران جہاں انہوں نے علامہ محمد زاہد الکوثری کو علامہ انور شاہ کے علم وفضل کا عکس پایا اور علمی استحضار، مخطوطات کی وسیع اطلاع اور مسائل کی تحقیق وتنقیح میں بڑی حد تک دونوں میں مماثلت دیکھی؛ وہیں بعض ایسے لوگوں سے بھی ان کی ملاقاتیں ہوئیں جن کے خیالات پر تنقید کی ضرورت پیش آئی۔

ان میں ایک ''شیخ طنطاوی جوہری'' صاحبِ ''جواہر القرآن'' کی شخصیت بھی تھی؛ جنہوں نے خود ہی سوال کر کے اپنی نئے انداز کی تفسیر اور اپنے نظریات وخیالات کے بارے میں رائے پوچھی اور جب علامہ یوسف بنوریؒ کی بھرپور

تنقید سنی تو فرمانے لگے کہ:

ما أنت بشر، أنت ملک نزلت من السماء لإصلاحی.

''آپ انسان نہیں فرشتے ہیں؛ جسے اللہ نے میری اصلاح کے لیے بھیجا ہے۔''

یہ ان کی حق پرستی کی بات تھی، ورنہ مشہور اور نامور شخصیتیں سخت تنقید کو کہاں برداشت کرتی ہیں۔

علامہ بنوریؒ کی تالیفات میں میرے لیے کار آمد تو ''معارف السنن'' ہی رہی، کاش کہ اس کا مقدمہ ''عوارف المنن'' بھی چھپ گیا ہوتا، اگر وہ مکمل ہو چکا تھا اور محفوظ ہو تو ان کے علمی و نسلی وارثین کی ذمہ داری ہے کہ اسے منظر عام پر لایا جائے۔

افسوس ہے کہ ان کے انتقال کی خبر ہمیں اس وقت ملی جب ہم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب اور حضرت شاہ صاحب کے دیگر نامور شاگردوں کے ساتھ کشمیر میں منعقد ہونے والے اس سیمینار میں تھے، جو حضرت شاہ صاحب کی شخصیت اور کارناموں کے بارے میں بڑے معیاری انداز پر ہو رہا تھا، میں نے بھی عربی میں اپنا مقالہ پیش کیا تھا۔

حضرت قاری صاحب نے تعزیتی تقریر میں مولانا کے کمالات پر روشنی ڈالی اور بے حد غم کا اظہار کیا اس طرح:......''آں قدح بشکست وآں ساقی نہ ماند''

انہوں نے ''معارف السنن'' میں بہت سی علمی گتھیاں سلجھائی ہیں؛ جس کی قدر اہل علم ہی کر سکتے ہیں۔

''تحقیق مناط''، ''تخریج مناط'' اور ''تنقیح مناط'' کے مشکل مسئلہ کو انہوں نے چالیس سے زائد کتابوں کے مطالعہ کے بعد ابن الہمام کی ''تحریر الاصول'' اور اس کی دونوں شرحیں، استوی کی ''شرح المنہاج''، فتح الملہم کے ''مقدمہ'' اور ابن تیمیہ کی ''ایضاح الادلہ'' کی روشنی میں نہایت واضح انداز میں پیش کیا ہے۔

مفہوم مخالف کی اقسام، قیاس و تنقیح مناط کا فرق، واجب کا ثبوت، ''خبر آحاد'' کے ذریعہ کتاب اللہ پر زیادتی جیسے فنی مسائل کو حضرت شاہ صاحب کے افادات کی روشنی میں حل کیا ہے، جو اُن کے کمالِ علم، دقتِ فہم اور قوتِ تعبیر کے شاہد عدل ہیں۔

یہ بات مبالغہ یا محض جوشِ عقیدت کی نہیں؛ حقیقت کا بیان ہے کہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی ذات علوم وفنون کی جامعیت میں بے مثال تھی چنانچہ معاصرین ہی میں نہیں؛ پچھلی کئی صدیوں میں بھی ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔

''صحیح بخاری'' اور ''سنن ترمذی'' کا ان کا درس علومِ حدیث کی فنی باریکیوں کے ساتھ لغت وادب، تفسیر وعلومِ قرآن، فقہ واصول اور فلسفہ وعلم کلام کے بیش بہا مسائل ونکات پر مشتمل ہوا کرتا تھا، ان کا درس شروع ہوتا تو ایک سیلِ

رواں کی طرح بے شمار علمی لعل و گہر سے اپنے فیض یافتگان کو بہرہ ور کرتا جاتا، اور سننے والوں کے لیے ان کو محفوظ کرنا آسان نہیں رہتا، وہ حیرانی سے دیکھتے اور مبہوت و ششدر ہو کر رہ جاتے......

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار

گل چیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

کسی لفظ کی تحقیق کے لیے عربی کے اشعار سے شواہد پیش کرنے پر آتے؛ تو زمانہ جاہلیت کے دسیوں اشعار سناتے چلے جاتے، نحوی ترکیب کے بارے میں گفتگو شروع ہوتی تو حدیث میں وارد جملہ کے جواز پر سیبویہ کی ''الکتاب''، زمخشری کی ''المفصل''، کافیہ کی شرح ''الرضی'' سب کی شہادتیں جمع کر دیتے، کتابوں کی ورق گردانی کیلئے ان کا حافظہ ہی کافی تھا۔

کسی راوی پر کلام شروع ہوتا تو ''میزان الاعتدال''، ''لسان المیزان''، ''تذکرۃ الحفاظ''، ''تہذیب الکمال'' سب کے صفحات نظروں کے سامنے پیش ہو جاتے۔

بلاغت کا کوئی نکتہ ہوتا تو عبد القاہر جرجانی کی ''دلائل الاعجاز اور اسرار البلاغۃ'' اور زمخشری کی الکشاف اور ''اساس البلاغۃ'' سبھی کا ناقدانہ جائزہ سامنے پیش کر دیتے۔

اور اگر علم کلام کا کوئی مسئلہ آ جاتا تو پھر ابو الحسن الاشعری اور ابو منصور الماتریدی کے نام ہی نہیں سامنے آتے انکے نظریات بھی؛ بلکہ عبد الکریم شہرستانی کی ''الملل والنحل'' اور علامہ ابن حزم ظاہری کی ''الفصل فی الملل والنحل'' سب کا خلاصہ، امام غزالیؒ اور امام رازیؒ کے نظریات کی تنقیح پھر تردید یا تائید سبھی کچھ چند لمحوں میں اس طرح فیصلہ کن انداز پر پیش کر دیتے کہ سامنے بیٹھا ہوا انسان دنگ رہ جاتا، فلسفہ کا کوئی مسئلہ پیش آتا تو ابن رشد، ابن سینا اور فارابی ہی نہیں؛ ان کے آقا ارسطو و افلاطون تک کی خبر لے ڈالتے کہ سننے والوں کی نظر میں ان کے فکر و نظر کی خامیاں اس طرح عیاں ہو جاتیں کہ آدمی ہمیشہ کے لیے عقیدہ کے مسائل اور غیبی امور کے بارے میں ان فلاسفہ کی ناپختہ کاریوں کا یقین لے کر درس سے اٹھتا اور شاہ صاحب کی ذات میں رب کائنات کے عطا کردہ علم، امام زہری اور امام ذہبی و ابن حجر جیسا حافظہ، امام ابن تیمیہ جیسا غیر معمولی استحضار اور علامہ القرافی و ابن دقیق العید اور محقق ابن الہمام جیسی دقت نظر کو قدرت کی نشانی دیکھ کر حیرت و استعجاب میں غرق اور سبحان اللہ کہتا ہوا اٹھتا۔

ظاہر ہے کہ اس طرح کے جامع درس کو لکھنا اور محفوظ رکھنا اور مکمل طور پر ایسے ''امالی'' تیار کرنا کہ سارے افادات محفوظ ہو جائیں اور آپ کے درس کا ہر حصہ من وعن محفوظ ہو جائے، کسی شاگرد کے بس میں نہیں تھا، گو کہ ان میں ایک سے بڑھ کر ایک ذہین اور باکمال افراد موجود تھے۔

علامہ محمد یوسف بنوریؒ جن کو اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی قوی حافظہ، بلند ہمت، علمی حقائق کو سمجھنے کی غیر معمولی صلاحیت اور نہایت ہی بلیغ وطاقتور عربی اسلوب عطا کیا تھا اور جو خود بھی اپنی مثال آپ ہی تھے، ان کا بیان ہے کہ ''لم یکن عنده إملاء و لا استملاء'' حضرت شاہ صاحب کے یہاں درسی افادات کو لکھانے اور ٹھہر ٹھہر کر املا کرانے کا موقع نہیں تھا۔

اور درسی افادات کو قلمبند کرنے والے جن میں علامہ مناظر احسن گیلانیؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا محمد چراغؒ اور مولانا بدر عالم میرٹھیؒ جیسے باصلاحیت اور یکتائے روزگار افراد بھی تھے، ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

وكان أسرعهم ضبطا وأقدرهم فی الكتابة من كان يفوت منه الثلث .كان أصحابه يتلقون ذلک بيد أنه لم يكن يقوم بضبط بجميع ما كان يلقيه إلا من كان متضلعا من العلوم روايتها و درايتها ذكيا متوقدا قوی الحدس بصيرا مستيقظاً لا يفتر لمحة عن الإصغاء ولا يغفل طرفة عين من الاستماع وقليل ما هم .(معارف السنن کا اختتامیہ: 6/431)

ان میں جو سب سے زیادہ آپ کی باتوں کو جلد محفوظ کرنے والے اور زودنویسی میں فائق تھے، ان سے بھی تقریباً آپ کے افادات کا ایک تہائی حصہ چھوٹ جایا کرتا تھا، اور وہ آپ کے بحر علم کی بے کرانی اور آپ کی ناقابل تحمل فیض رسانی کے آگے سپر ڈالنے اور اپنے عجز کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوجایا کرتے تھے۔

اور اس کا اندازہ پچاسوں مقامات پر ''فیض الباری'' کے ان حاشیوں سے کیا جاسکتا ہے؛ جن میں شاہ صاحب کی بات کو پورے طور پر محفوظ کرسکنے کے بارے میں اپنے تردد کا اظہار مولانا بدر عالم میرٹھی نے پوری نیک نیتی سے کیا ہے؛ حالاں کہ انہوں نے دو سال تک دورہ حدیث میں شرکت کی، بار بار اس کی تنقیح کی، مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور مولانا احمد رضا بجنوری نے اس کی طباعت کی نگرانی کی۔

علامہ مناظر احسن گیلانیؒ نے اپنی ''مسلم شریف'' کی بیاض یا حضرت شاہ صاحب کے افادات کا جو مجموعہ تیار کیا تھا اور جس کے کھو جانے کا ان کو ساری زندگی غم رہا، مولانا عبدالحلیم چشتی کے بیان کے مطابق ان کی لکھی ہوئی مسلم شریف کی وہ تقریر جس میں شاہ صاحب کے افادات ہیں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے اہل خاندان کے پاس اب بھی محفوظ ہے۔ غالباً علامہ عثمانی نے ''فتح الملہم'' کی تصنیف کے دوران مولانا گیلانی سے مستعار لیا تھا جو ان کے پاس ہی رہ گئی۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے حضرت شاہ صاحب کے افادات یا ان کی درسی تقریروں کو محفوظ

کرنے کے لیے ایک کاپی یا رجسٹر تیار کیا تھا؛ جس میں دس خانے تھے اور ہر علم سے متعلق افادات ان خانوں میں وہ الگ الگ تحریر فرماتے رہے۔

ان کو بھی ساری زندگی اس کا غم رہا کہ وہ قیمتی ذخیرہ کسی نے مستعار لیا تھا (جو یقیناً کوئی عالم ہی ہوگا) لیکن اسے واپس کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔

مولانا گیلانیؒ کے لکھے ہوئے ''امالی'' میں جگہ جگہ ''بیاض'' ہے جسے وہ درس کے دوران لکھ نہیں سکے؛ حالاں کہ مولانا گیلانی نے نو سال تک ''ٹونک'' میں معقولات مولانا برکات احمد صاحب سے پڑھی تھی اور اس کے بعد دیوبند آئے تھے، تو اس وقت وہ پختہ استعداد کے حامل تھے، گو کہ حضرت شیخ الہند کے فیضِ صحبت اور علامہ کشمیریؒ کے علمی افادات وافاضات نے ہی ان کو کندن بنایا اور وہ اپنی قوت تحریر، نکتہ آفریں دماغ اور قلم کی روانی میں اپنی مثال آپ ہی تھے، اس کے باوجود حضرت شاہ صاحب کے تمام افادات ان کے قلم کی روانی اور دماغ کی جولانی کی دسترس سے بھی آگے کی چیز تھی، ہر بات کو محفوظ رکھنا اور قلم بند کرنا ان کے بس میں بھی نہیں تھا۔

مولانا محمد چراغ صاحب نے ''العرف الشذی'' مرتب کی؛ لیکن اس میں جو خلل کے پہلو تھے ان کو درست کرنے اور شاہ صاحب کے قلمی افادات، مطبوعہ تالیفات اور دیگر امالی وافادات کو سامنے رکھ کر انکی تنقیح کرنے کا کام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ صاحب کے سپرد شاہ صاحب کے نامور شاگردوں نے کیا؛ تو وہ بڑھ کر ''ترمذی'' کی مستقل محققانہ شرح ''معارف السنن'' بن گئی اور اس نے مولانا کی ساری طاقت نچوڑ لی اور وہ بمشکل ''کتاب الحج'' کی تکمیل کر پائے تھے کہ پیغام اجل آ گیا اور کتاب نامکمل رہ گئی اور آج تک یہ صدا بلند ہو رہی ہے کہ:

کون ہوتا ہے حریفِ مے مرد افگنِ عشق
ہے مکرر لبِ ساقی پہ صلا میرے بعد

علامہ بنوریؒ نے چھٹی جلد کا جو تتمہ لکھا ہے؛ وہ نہایت مؤثر حیرت انگیز اور بے پناہ محنت کے باوجود کتاب کی تکمیل نہ ہونے پر حسرت والم کی داستان ہے۔ ان کا یہ فرمانا بالکل صحیح ہے کہ:

و أيم اللـه إن شرح كل كتاب من أمهات الحديث كان أهون علي من تخريج لمثل هذا الكتاب و شرح لكل باب.

''خدا کی قسم حدیث کی امہاتِ کتب میں سے کسی کی شرح لکھنا شاہ صاحب کے افادات کی تخریج کے مقابلے میں میرے لیے زیادہ آسان تھا۔''

یعنی اگر وہ صحیح بخاری یا مسلم کی یا سنن ترمذی کی شرح اپنے طور پر شروع کرتے؛ تو وہ مکمل ہو جاتی۔

اور بلا شبہ ان میں اس کی صلاحیت تھی؛ لیکن علامہ انور شاہ کشمیری کے افادات کی اصل اور ان کے مراجع تلاش کرنے کی کوشش نے ان کی زندگی کی ساری طاقت نچوڑ لی اور کام بھی مکمل نہ ہو سکا؛ لیکن جتنا ہو گیا وہ خود بھی کسی بڑی شرح سے کم نہیں ہے۔

انہوں نے اپنی غیر معمولی محنت کی دو مثالیں تو خود ہی ذکر کی ہیں:

شاہ صاحب نے بعض متعارض احادیث کی توجیہ کے بارے میں فرمایا:

إن هذا من قبيل ذكر ما لم يذكره الآخر.

اور یہ بھی فرمایا کہ اصول حدیث کا یہ ایک اہم ترین قاعدہ ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ علم اصول حدیث مرتب کرنے والوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے تھی؛ لیکن اس کی طرف وہ دھیان نہیں دے سکے؛ البتہ حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری'' میں کئی جگہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

چناں چہ میں اس کی تلاش کے در پے ہو گیا اور ''فتح الباری'' کی ضخیم جلدوں کی ورق گردانی کرنے لگا، ہر جلد کا جائزہ لیا، پھر مجھے واقعی دس سے زیادہ مقامات پر فتح الباری میں اس کا حوالہ مل گیا۔

دوسری مثال انہوں نے یہ ذکر کی ہے کہ علامہ کشمیری نے صحابہ کے درمیان فقہی اختلافات کی تحقیق کے دوران فرمایا:

صدق الإمام أبو زيد الدبوسي حيث قال: كل مسألة اختلف فيها فقهاء الصحابة يصعب الخروج منها و يشكل أن ينفصل فيها النزاع.

''امام ابوزید دبوسی کی یہ بات صحیح ہے کہ ہر وہ مسئلہ جس میں فقہائے صحابہؓ کے درمیان اختلاف ہوا، اس سے نکلنا آسان نہیں ہوتا اور اس میں اختلاف کا دور کرنا مشکل ہوتا ہے، اس طرح وہ نزاع پھر باقی ہی رہ جاتا ہے۔''

شاہ صاحب نے جو فرمایا تھا یہ اس کا حاصل ہے، اب مجھے اس کے حوالہ کی جستجو ہوئی؛ تو میں نے امام دبوسی کی ''تاسیس النظر'' لی، اس کو پڑھا اس میں نہیں ملا؛ تو خیال ہوا کہ شاید ان کی دوسری کتابیں ''تقویم الادلۃ'' اور ''اسرار الخلاف'' میں مل جائے؛ لیکن دونوں ہی کتابیں اس زمانہ میں مخطوط تھیں، شائع نہیں ہوئی تھیں، پھر مل بھی نہیں رہی تھیں، پھر مجھے خیال ہوا کہ شاید یہ بات عبدالعزیز البخاری کی کتاب ''کشف الاسرار'' یا ابن امیر الحاج کی شرح ''التحریر'' میں مل جائے؛ چناں چہ میں نے ان کو پڑھنا شروع کیا اور دونوں کتابوں کا کافی حصہ پڑھنے کے بعد دونوں ہی جگہ مجھے یہ بات مل گئی۔ اب غور کرو کہ میرے شوق اور جذبہ تحقیق کا کیا حال تھا؟

جهد المتيم أشواق فيظهرها

دمع على صفحات الخد تنحدر

عاشق زار کی محنت تو شوق کی فراوانی ہی ہوتی ہے، جو چہرے پر ڈھلک آنے والے آنسو کے قطرات سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے عام شروح کی طرح اپنے علم کی روشنی میں ''سنن ترمذی'' کی، مالکی عالم ابوبکر ابن العربی کی ''عارضۃ الاحوذی'' یا مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی ''تحفۃ الاحوذی'' کی طرح شرح نہیں لکھی، ورنہ چند سالوں میں اس کی تکمیل وہ بآسانی کر سکتے تھے۔

انہوں نے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی تحقیقات اوران کے علمی افادات کو بنیاد بنا کر ان کی تخریج وتوثیق کی کوشش کی اورایک منفرد قسم کی شرح پیش کرنے کے لیے کئی گنی زیادہ محنت کی ہے؛اس لیے کہ شاہ صاحب کے مدارک تک پہنچنے اوران کے محفوظ علمی ذخیرہ کو پالینے کے لیے اور طویل عمر درکار تھی، جو ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھی تھی، چنانچہ کتاب منفرد، جامع اور بے نظیر ہونے کے باوجود مکمل نہ ہوسکی۔

وكم حسرات في بطون المقابر

وہ خود ہی فرماتے ہیں:

هذه معارف السنن وما أدراک ما هی معارف السنن؟......شرح لأنفاس إمام العصر المحدث الكشميری فی درس جامع الترمذی و توضیح لأمالیه و جمع درره المبعثرة فی مذکراته و تألیفاته بتعبیر قاسیت فیه العناء وترتیب طار لأجله الرقاد و استیفاء لکل موضوع من غرر النقول عثرت علیها بعد بحث طویل.

''یہ معارف السنن ہے اورتم کیا جانو کہ معارف السنن کیا ہے؟......امام العصر محدث کشمیری کے درس جامع ترمذی کے خصوصی افادات اورآپ کی دیگر درسی تقریریوں کی تشریح اورآپ کے مذکرات اورآپ کی تصنیفات میں بکھرے ہوئے موتیوں کوایک لڑی میں پرونے اورایسی زبان میں پیش کرنے کی کوشش؛ جس کے لیے میں نے سخت محنت کی ہے اور بڑی مشقت جھیلی ہے اورایسی ترتیب سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس کے لیے میں نے اپنی نیند کوقربان کیا۔اور ہر موضوع سے متعلق بہترین نقول جمع کردی ہیں جو بڑی جستجو اور تحقیق کے بعد میں نے حاصل کی ہیں۔'' (باقی صفحہ نمبر:۲۵)

مسافران آخرت

☆ **مولانا مفتی سراج الحقؒ:**......مدرسہ جامعہ عباسیہ نئی آبادی ہمک کے بانی مولانا مفتی سراج الحق ۱۴رشعبان ۱۴۴۳ھ/ ۱۸رمارچ ۲۰۲۲ء بروز جمعہ انتقال کرگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ضلع سوات سے آپ کا تعلق تھا، بچپن ہی میں حصول علم کے لیے گھر کو خیر باد کہا اور مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۹۴ھ میں دارالعلوم نعمانیہ چارسدہ سے فراغت حاصل کی۔اس کے بعد متعدد مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔۱۹۹۲ء میں نئی آبادی ماڈل ٹاؤن ہمک اسلام آباد میں جامعہ عباسیہ کے نام سے اپنا ادارہ قائم کیا۔ معقولات ومنقولات میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔علم عروض اور علم میراث میں آپ کی مہارت مسلم تھی۔علم عروض میں آپ کی کتاب ''نیل الثمرات فی تقطیع الابیات'' طبع شدہ ہے۔تدریس سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، حتیٰ کہ بسا اوقات عید کے روز بھی سبق پڑھاتے۔مرجع خلائق اور جودوسخا کا پیکر تھے، عام لوگ بھی آپ کے پاس حاضر ہوکر آسودگی پاتے۔آپ کی نماز جنازہ جامعہ کے سامنے گراؤنڈ میں ادا کی گئی جس میں علماء وطلبہ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔(از: مولوی نور خان)

☆ **مولانا عبدالغفار ذہبیؒ:**......معروف مناظر اور محقق مولانا عبدالغفار ذہبی ۲۶ررمضان المبارک ۱۴۴۳ھ کو انتقال کرگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔آپ طویل عرصے سے علیل تھے، اور متعدد بار اسپتال بھی داخل رہے۔

آپ چنی گوٹھ تحصیل احمد پور شرقیہ کے رہائشی تھے۔مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔پوری زندگی فن روایت حدیث، علم اسماء الرجال، مستدلات حنفیہ کی تحقیق وتعدیل سے خصوصی شغف رہا۔متعدد مدارس میں اپنے طرز خاص کے ساتھ ان موضوعات پر اسباق بھی پڑھائے۔آپ کے دروس میں صاحبان علم کشاں کشاں کھنچے چلے آتے اور اپنی پیاس بجھاتے۔آپ کی وفات جمعرات کے روز ۲۸راپریل ۲۰۲۲ء کو ہوئی اور نماز جنازہ اگلے روز جمعہ کو چنی گوٹھ میں ادا کی گئی۔نماز جنازہ میں علماء اور عامۃ الناس کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

☆ **شیخ الحدیث مولانا محمد قاسم کو صدمہ:**......دارالعلوم عربیہ شیر گڑھ ضلع مردان کے مہتمم اور وفاق المدارس العربیہ کی مجلس عاملہ کے رکن شیخ الحدیث مولانا محمد قاسم مدظلہم کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ انتقال کرگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون!......ادارہ وفاق المدارس کے اراکین تمام مرحومین کے لواحقین کے غم میں شریک ہیں اور ان کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا گو ہیں۔

تبصرہ کتب

مقالات اشرف ۴ جلد

مجموعہ مضامین: مولانا پروفیسر محمد اشرف خان سلیمانیؒ۔ طباعت: عمدہ۔ ملنے کا پتا: خانقاہ واشرفیہ عزیزیہ پشاور۔ رابطہ نمبر: 03219006321

حضرت مولانا محمد اشرف خان سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ عہد قریب کے نابغہ روزگار صاحب علم وارشاد شخصیت تھے۔ ۱۹۲۵ء میں پشاور میں پیدا ہوئے۔ گھریلو ماحول دینداری کا تھا، اسی ماحول میں پلے بڑھے اور پڑھے۔ عصری تعلیم کے علاوہ دینی تعلیم از اول تا آخر ایک ہی استاذ سے حاصل کی۔ روزگار بھی شعبہ تعلیم بن گیا۔ صاحب نسبت بزرگ اور مسند ارشاد کے باتمکین شیخ تھے۔ بیعت وارادت کا تعلق حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم کے بقول:...... ''بندہ کو بارہا حضرت مولانا قدس سرہ سے نیاز حاصل کرنے کی سعادت ملی اور ہر بار یہ محسوس کیا کہ ان کے دل میں حب الٰہی کی آگ سلگ رہی ہے جو وقتاً فوقتاً آہوں کی شکل میں بھی ظاہر ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ملک وملت کا درد بھی خوب عطا فرمایا تھا، اور ملک کے ہر اجتماعی مسئلے میں ان کی خدمات امت کا بڑا سرمایہ تھیں۔''

آپ کی تبلیغی جماعت سے وابستگی رہی۔ صاحبِ علم ودانش تھے، کئی بلند پایہ علمی، تعلیمی سوانحی، سیاسی اور اصلاح وارشاد سے متعلق مضامین لکھے، جو برصغیر پاک وہند کے معتمد اور موقر جرائد ورسائل میں شائع ہوتے رہے۔ ضرورت تھی کہ ان علمی جواہر پاروں کو یکجا کیا جائے۔ مولانا محمد طفیل کوہاٹی صاحب باہمت انسان ہیں۔ انہوں نے رسائل وجرائد کی قدیم فائلوں کو کھنگالا اور جمع وترتیب اور تدوین کے مرحلے سے گزار کر تین جلدوں میں یہ خوانِ علم ودانش پیش کیا ہے۔ پہلی جلد ''تہذیب وتمدن، تعلیم وسیاست'' سے متعلق مضامین پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد میں ''سیرت نبوی واصلاح وارشاد'' کے عنوان سے مضامین شامل ہیں۔ تیسری جلد میں ''سیر وسوانح، احوال وآثار'' کے عنوان سے مختلف شخصیات پر لکھے گئے مضامین شامل ہیں۔ چوتھی جلد میں عدالتی اور قانونی رہنمائی کے سلسلے میں چھ مضامین شامل ہیں۔ اس طرح چاروں جلدوں میں کل ۶۹ مضامین ہیں۔ آغاز میں شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم، مولانا سید محمد رابع ندوی مدظلہم، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہم، جناب ڈاکٹر فدا محمد زیدہ مجدہ کی تقریظات شامل ہیں۔ ان مختصر سطور میں مضامین کا مکمل تعارف کرانا ممکن نہیں۔ حضرت مولانا اشرف سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہی کافی ہے۔ امید ہے اہل علم وقلم اس مجموعے سے ضرور اعتناء برتیں گے۔

سخن دُرویش (۳ جلد)

مجموعہ خطبات: حضرت ڈاکٹر فدا محمد زید مجدہم۔ طباعت: عمدہ۔ ملنے کا پتا: ادارہ اشرفیہ عزیزیہ پشاور۔ رابطہ نمبر: 0321-9006321

جناب حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہم شعبے کے لحاظ سے ایلو پیتھک ڈاکٹر ہیں، مگر حضرت مولانا اشرف خان سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ، فیض یافت اور صحبت یافتہ ہونے کے ناطے روحانی معالج بھی ہیں۔ آپ سے سینکڑوں لوگوں کو خصوصاً تعلیم یافتہ اور میڈیکل کے شعبے سے وابستہ افراد کو دینی وروحانی فائدہ ہوا ہے، متبع سنت شخصیت ہیں۔

زیر نظر مجموعہ آپ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ اسے بھی مولانا محمد طفیل کوہاٹی زید مجدہم نے ترتیب دیا ہے۔ یہ خطبات کیا ہیں؟......بس سلوک واحسان، محبت الٰہی، اتباع سنت، فکر آخرت کا عطر مجموعہ ہیں۔ پڑھتے وقت صاحبِ خطبات کی قلبی تاثیر قاری کو دل کی گہرائیوں تک متاثر کرتی ہے۔ کل ۴۲ خطبات ہیں، جو از دل خیزد بر دل ریزد کا عکس ونشاں ہیں۔ پہلی جلد میں ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہم کا وقیع مقدمہ اور مولانا محمد طفیل کوہاٹی کا ''عرض مرتب'' بھی قابل مطالعہ ہیں۔ یہ مجموعہ راہ روانِ طریق سلوک کے لیے بہترین توشہ ہے۔

جانثارانِ سید احمد شہیدؒ

جمع وترتیب: مولانا انوار الحق آلائی۔ صفحات: 513۔ طباعت: عمدہ: قیمت مناسب: ملنے کا پتا: مکتبہ جمال تیسری منزل حسن مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ رابطہ نمبر 03224786128

امیر المؤمنین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نام زبان پر آتا ہے تو دل ودماغ میں ایمانی لہریں دوڑنے لگتی ہیں۔ امام المجاہدین حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقائے جہاد کے تذکرے پڑھتے ہوئے انسان قرون اولیٰ کے مجاہدوں کے جھرمٹ میں چلا جاتا ہے۔ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اعلائے کلمۃ اللہ اور احیائے جہاد کے لیے ہندوستان سے طویل اور پر مشقت سفر کرکے براستہ قندھار وکابل پشاور پہنچے۔ پھر یہاں سے پنجتار، ضلع بونیر، کابلگرام، تورغر، تھاکوٹ، غازی کوٹ، بٹگرام، سچاں، جبوڑی سے گزر کر وادیٔ کنہار بالاکوٹ وارد ہوئے۔ یہیں آپ کا سکھوں سے آخری معرکہ ہوا اور آپ شہید ہوئے۔ حادثہ بالاکوٹ کے بعد بہت سے باقیماندہ مجاہدین نے شمیلئی، بنسیر، بٹگرام، بتکول اور آلائی میں پڑاؤ کیا۔ یہ طویل اور پرمشقت سفر کئی مہ وسال پر مشتمل تھا۔ اس دوران بہت سے معرکہ ہائے جہاد برپا ہوئے، ایک طرف جہاں عام مسلمانوں نے آپ اور آپ کے قافلے کے لیے دیدہ ودل فرش راہ کیے وہیں

آپ کے خلاف بغاوتیں بھی ہوئیں، مجاہدین اسلام ابتلاؤں، آزمائشوں اور قتل عام کا بھی شکار ہوئے، مگر ان لوگوں نے اپنے عہد وفا کو شکستہ نہیں ہونے دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قافلۂ سید احمد شہید منتخب لوگوں پر مشتمل تھا۔ یہ قافلہ جہاں جہاں سے گزرا اور جہاں جہاں پڑاؤ کیا وہاں وہاں ایمان کی کھیتیاں سرسبز و شاداب ہوئیں، مقامی آبادیوں میں دینی انقلاب رونما ہوا؛ جس کے اثرات آج بھی اظہر من الشمس ہیں۔

مولانا انوار الحق زید مجدہم نے جانثاران سید احمد شہید لکھ کر تاریخ کا ایک بہت بڑا قرض چکایا ہے۔ انہوں نے آلائی، بٹگرام، تھاکوٹ، تورغر، بالاکوٹ، اور آس پاس کے علاقوں میں امیر المؤمنین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دینے والے آپ کی میزبانی کرنے اور آپ کے مشن کو دل و جان سے قبول کرنے مقامی خوانین و عمائدین کا دلربا تذکرہ کیا ہے۔ ساتھ ساتھ بہت سے تاریخی مغالطوں کی تردید کر کے مجاہدین اور مقامی مسلمانوں کی باہمی محبت والفت، نصرت و تعاون کو بھی خوب واضح کیا ہے۔ اس مفروضے کو دلائل کے ساتھ رد کرنے کی کوشش کی ہے کہ مقامی مسلمان سکھوں کے ساتھ مل گئے تھے اور انہوں نے سید احمد شہید کے ساتھ غداری کی تھی۔ پانچ سو صفحات پر مشتمل یہ تحقیقی کتاب جہاں امام المجاہدین سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان رفقائے جہاد کے عزم و ثبات کو بیان کرتی ہے وہیں مقامی مسلمانوں کے بے لوث قربانی و ایثار کو بھی آشکارا کرتی ہے! یہ کتاب اس لیے بھی اہمیت کی حامل ہے کہ اسے ایک ایسے محقق عالم نے ترتیب دیا ہے جو اسی علاقے کے باشندے اور ان راستوں، پگڈنڈیوں، وادیوں اور گھاٹیوں سے بخوبی واقف ہیں جہاں ان فرشتہ صفت مجاہدین کے قدم پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کے ذریعے کئی ایسے گوشے بھی سامنے آئے ہیں جو قبل ازیں تاریخ نگاروں سے اوجھل تھے۔ بہر حال اپنے موضوع پر یہ بہت اہم اور قابل قدر تحقیقی کتاب ہے۔ اس کا مطالعہ تاریخ کے قاری کو ضرور کرنا چاہیے۔

دیار حجاز کی حسین یادیں

تصنیف: مفتی توقیر الحسن سیماب۔ صفحات: 142۔ طباعت: مناسب۔ ملنے کا پتا: ادارۃ التحقیق والادب حسن ابدال۔ رابطہ نمبر 03005808678

جناب مفتی توقیر الحسن سیماب صاحب نے اپنے سفر حرمین شریفین کی یادوں کو جمع کیا ہے۔ یہ اس دیار کا والہانہ تذکرہ ہے جہاں کے سفر کا ہر صاحب ایمان کو دلی شوق رہتا ہے۔ اس سفر میں جن احوال و کیفیات کا ورود ہوتا ہے اور وہاں جن تاریخی مقامات کا مشاہدہ ہوتا ہے انہیں تاریخی تفصیل کے ساتھ صفحہ قرطاس پر منتقل کیا گیا ہے۔

☆......☆......☆

اشتہار